ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ
اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا ۙ
وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ
اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ (النساء:59)

ترجمہ: یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کے سپرد کیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو انصاف کے ساتھ حکومت کرو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 69

ایڈیٹر منصور احمد

نائب تنویر احمد ناصر ایم اے

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

شمارہ 36

شرح چندہ
سالانہ 700 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا
80 ڈالر امریکن
یا 60 یورو

www.akhbarbadrqadian.in

14 محرم 1442 ہجری قمری • 3 تبوک 1399 ہجری شمسی • 3 ستمبر 2020ء

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر وعافیت ہیں۔
سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 28 اگست 2020 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔
احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وتندرستی، درازئ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ وناصر ہو اور تائید ونصرت فرمائے۔ آمین۔

خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے اور مسیح موعود کے نام سے دُنیا میں بھیجا ہے
جو لوگ میری مخالفت کرتے ہیں وہ میری نہیں خدا تعالیٰ کی مخالفت کرتے ہیں

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

مامورمن اللہ کے مخالفوں کا ایمان سَلب ہو جاتا ہے

ہمارے مخالفوں کی حالت ایسی ہے جس سے سلبِ ایمان کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ وہ نیک کو بُرا اور مامور من اللہ کو کذّاب سمجھتے ہیں جس سے خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ اور اب یہ صاف امر ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے مامور اور مسیح موعُود کے نام سے دنیا میں بھیجا ہے جو لوگ میری مخالفت کرتے ہیں وہ میری نہیں خدا تعالیٰ کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ جب تک مَیں نے دعویٰ نہ کیا تھا بہت سے اُن میں سے مجھے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اپنے ہاتھ سے لوٹا لے کر وضو کرانے کو ثواب اور فخر جانتے تھے اور بہت سے ایسے بھی تھے جو میری بیعت میں آنے کیلئے زور دیتے تھے، لیکن جب خدا تعالیٰ کے نام اور اعلام سے یہ سلسلہ شروع ہوا تو وہی مخالفت کیلئے اُٹھے۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اُن کی ذاتی عداوت میرے ساتھ نہ تھی بلکہ عداوت اُن کو خدا تعالیٰ سے ہی تھی۔ اگر خدا تعالیٰ کے ساتھ اُن کو سچا تعلق تھا تو اُن کی دینداری اور اتقاء اور خدا ترسی کا تقاضا یہ ہونا چاہیے تھا کہ سب سے اول وہ میرے اس اعلان پر لبیک کہتے اور سجداتِ شکر کرتے ہوئے میرے ساتھ مصافحہ کرتے، مگر نہیں۔ وہ اپنے ہتھیاروں کو لے کر نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے مخالفت کو یہاں تک پہنچایا کہ مجھے کافر کہا اور بے دین کہا۔ دجال کہا۔ افسوس! ان احمقوں کو یہ معلوم نہ ہوا کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے قُلۡ اِنِّیۡۤ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اور اَنۡتَ مِنِّیۡ بِمَنۡزِلَۃِ تَوۡحِیۡدِیۡ وَتَفۡرِیۡدِیۡ کی آوازیں سنتا ہو وہ اُن کی بدگوئی اور گالیوں کی کیا پروا کر سکتا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ ان نادانوں کو یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ کفر اور ایمان کا تعلق دنیا سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اور خدا تعالیٰ میرے مومن اور مامور ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔ پھر ان بیہودگیوں کی مجھے پروا کیا ہو سکتی ہے؟ غرض ان باتوں سے صاف پایا جاتا ہے کہ یہ لوگ میرے مخالف نہ تھے بلکہ خدا تعالیٰ کی باتوں کی انہوں نے مخالفت کی اور یہی وجہ ہے جس سے مامور من اللہ کے مخالفوں کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ اب یہ صاف بات ہے کہ میرے مخالف خدا تعالیٰ سے مخالفت کر رہے ہیں۔ میں اگر روشنی کی طرف آ رہا ہوں اور یہ یقینی امر ہے کہ مَیں روشنی کی طرف آتا ہوں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے بے شمار نشان میری تائید میں ظاہر ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ بارش کی طرح یہ نشان آسمان سے اُتر رہے ہیں، تو پھر یہ بھی یقینی امر ہے کہ میرے مخالف تاریکی کی طرف جاتے ہیں۔ روشنی اور نور رُوح القدس کو لاتا ہے اور تاریکی شیطان کی قربت پیدا کرتی ہے اور اس طرح پر ولی کی مخالفت سَلبِ ایمان کر دیتی ہے۔ (ملفوظات، جلد 1، صفحہ 175، مطبوعہ قادیان 2018)

مسجدوں کو فتنہ وفساد کی بنیاد رکھنے کی جگہ بنانا ایک خطرناک ظلم ہے جس کی اسلام کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دیتا

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لَہُمۡ فِی الدُّنۡیَا خِزۡیٌ وَّلَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ (سورۃ البقرہ:115) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

چونکہ یہ لوگ ہمارے گھر کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہم بھی ان کے گھروں کو برباد کر دینگے اور یہ دُنیا میں بھی رُسوا ہوں گے اور آخرت میں بھی انہیں عذابِ عظیم ملیگا۔ کیونکہ جنت خدا تعالیٰ کا گھر ہے جس کا ظلّ مسجد ہے۔ جب انہوں نے مسجدوں کو ویران کر دیا تو ان کو اگلے جہاں میں کہاں امن میسّر آ سکتا ہے۔ مگر اسکے یہ معنے نہیں کہ مساجد کی پناہ میں آنے والے لوگوں کو اسلامی شریعت نے قانون سے بالا سمجھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ (رکوع 13) میں بعض ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے حکومتِ وقت یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کی جماعت کے خلاف خفیہ کارروائیاں کرنے کیلئے ایک مسجد تیار کی تھی اور خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں درخواست بھی کی تھی کہ آپ تشریف لا کر اس میں نماز پڑھیں اور دُعا فرمائیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ پر حقیقت کھول دی اور بتا دیا کہ اِن لوگوں نے یہ مسجد صرف اس لئے تیار کی ہے کہ ان کی منافقت پر پردہ پڑا رہے اور یہ لوگ یہاں جمع ہو کر اسلام کے خلاف منصوبے کرتے رہیں اور مسلمانوں کو تباہ کریں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس مسجد کو گروا دیا اور اس کی جگہ کھاد کا ڈھیر لگوا دیا۔ پس مسجد اپنی ذات میں کسی مجرم کو نہیں بچا سکتی۔ اگر مسجد میں کوئی بُرا کام کیا جائیگا تو اس کو بُرا سمجھا جائے گا اور اگر اچھا کام کیا جائے گا تو اس کو اچھا سمجھا جائے گا بلکہ اَور مساجد تو الگ رہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم کعبہ کے متعلق بھی فرمایا ہے کہ وہ کسی مجرم یا قانون کی خلاف ورزی کرنے والے کو پناہ نہیں دیتا اور نہ قتل کر کے بھاگنے والے کی پناہ گاہ بن سکتا ہے اور نہ چوری کر کے بھاگنے والے کو بچا سکتا ہے بلکہ ایسے لوگ پکڑے جائیں گے اور انہیں قانونی گرفت میں لایا جائیگا۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اطلاع پہنچی کہ ابن اخطل جس کے قتل کا آپؐ نے حکم دیا تھا کعبہ کے پردوں کو پکڑ کر کھڑا ہے تو آپؐ نے فرمایا اُسے وہیں قتل کر دو۔ چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا پس اگر بعض مجرموں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ میں بھی قتل کر دینے کا حکم دیا تھا تو دوسری مسجدوں کی خانہ کعبہ کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے کہ اُن میں خلاف آئین کام کرنے والے لوگوں کو قانون سے بالا سمجھا جائے۔ پس مساجد تقویٰ کے قیام کیلئے قائم کی گئی ہیں نہ کہ قانون شکنی کیلئے۔ اگر مسجد میں بھی قانون شکنی کے اڈے بن جائیں تو پھر شیطان کیلئے تو کوئی گھر بھی بند نہیں رہتا جن گھروں کو خدا تعالیٰ نے امن کیلئے تسکینِ قلوب کیلئے روحانیت کیلئے، تقویٰ کے قیام کیلئے، تعاون اور اتحاد باہمی کیلئے بنایا ہے ان گھروں کو مسلمانوں میں فتنہ ڈلوانے کا ذریعہ بنانا یا اُن گھروں کو حکومت سے بغاوت کرنیکا ذریعہ بنانا یا ان گھروں کو فتنہ وفساد کی بنیاد رکھنے کی جگہ بنانا ایک خطرناک ظلم ہے جس کی اسلام کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دیتا۔

(تفسیر کبیر، جلد 2، صفحہ 133 تا 134، مطبوعہ قادیان 2010)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تکبیر تحریمہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے

۞ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر اور قرأت کے درمیان کچھ خاموش رہتے۔ تو مَیں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ (آپؐ پر) قربان۔ تکبیر اور قرأت کے درمیان آپؐ جو خاموش رہتے ہیں آپؐ کیا پڑھتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: مَیں کہتا ہوں: اَللّٰھُمَّ بَاعِدۡ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدۡتَ بَیۡنَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ اَللّٰھُمَّ نَقِّنِیۡ مِنَ الۡخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوۡبُ الۡاَبۡیَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰھُمَّ اغۡسِلۡ خَطَایَایَ بِالۡمَاءِ وَالثَّلۡجِ وَالۡبَرَدِ (الٰہی میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اتنی دُوری ڈال دے جتنی دُوری تو نے مشرق اور مغرب میں ڈالی ہے۔ الٰہی مجھے خطاؤں سے ایسا پاک وصاف کر دے۔ جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے پاک وصاف کر دیا جاتا ہے۔ الٰہی میری خطائیں پانی اور برف اور اولوں سے دھو ڈال)

۞ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ سے شروع کرتے تھے۔ (یعنی بِسۡمِ اللہ بالجہر نہیں پڑھتے تھے)

(صحیح بخاری، جلد دوم، کتاب الاذان، باب مَا یَقُوۡلُ بَعۡدَ التَّکۡبِیۡرِ)

اس شمارہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)
خطبہ جمعہ فرمودہ 14 اگست 2020ء (مکمل متن)
سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (از نبیوں کا سردار)
سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرۃ المہدی)
افتتاحی خطاب حضور انور جلسہ سالانہ برطانیہ 2003
اختتامی خطاب حضور انور جلسہ سالانہ سوئٹزرلینڈ 2004
خطبہ جمعہ بطرز سوال وجواب
ملکی رپورٹیں
وصایا
خلاصہ خطبہ جمعہ

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِی الْعَالَمِ ۞ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

پانچ سو روپے کے انعامی چیلنج کے ساتھ نشان نمائی کے مقابلہ کی دعوت

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے **"اشتہار صداقت انوار"** کے نام سے اپنی معرکہ آراء کتاب سُرمہ چشم آریہ کے صفحہ 309 پر یہ پُرشوکت اشتہار شائع فرمایا جس میں آپؑ نے کسی بھی صداقت کے طالب کو نشان دِکھانیکی دعوت دی بالخصوص آپؑ نے بعض پادری اور آریہ صاحبان کے نام درج فرمائے کہ یہ اس اشتہار کے پہلے مخاطب ہیں اور ان پر اتمام حجت اوّل طور پر مقصود ہے۔ اس کیلئے آپؑ نے چالیس دن کا وقت مقرر فرمایا۔ اس عرصہ میں نشان نہ دکھا سکنے کی صورت میں آپؑ نے پانچ سو روپے فی الفور دینے کا وعدہ فرمایا۔ اور نشان دِکھانیکی صورت میں مدّمقابل کیلئے صرف مسلمان ہونے کی شرط ٹھہرائی۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ پُرشوکت اشتہار ملاحظہ فرمایئے۔ آپؑ فرماتے ہیں :

"ہمارے اشتہارات گزشتہ کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ ہم نے اس سے پہلے یہ اشتہار دیا تھا کہ جو معزز آریہ صاحب یا پادری صاحب یا کوئی اور صاحب مخالف اسلام ہیں اگر ان میں سے کوئی صاحب ایک سال تک قادیان میں ہمارے پاس آکر ٹھہرے تو درصورت نہ دیکھنے کسی آسمانی نشان کے چوبیس سو روپیہ انعام پانے کا مستحق ہوگا۔ سو ہر چند ہم نے تمام ہندوستان و پنجاب کے پادری صاحبان و آریہ صاحبان کی خدمت میں اسی مضمون کے خط رجسٹری کراکر بھیجے مگر کوئی صاحب قادیان میں تشریف نہ لائے۔ بلکہ منشی اندرمن صاحب کیلئے تو مبلغ چوبیس سو روپیہ نقد لاہور میں بھیجا گیا تو وہ کنارہ کرکے فرید کوٹ کیطرف چلے گئے ہاں ایک صاحب پنڈت لیکھرام نام پشاوری قادیان میں ضرور آئے تھے اور انکو بار بار کہا گیا کہ اپنی حیثیت کے موافق بلکہ اس تنخواہ سے دوچند جو پشاور میں نوکری کی حالت میں پاتے تھے ہم سے بحساب ماہواری لینا کرکے ایک سال تک ٹھہرو اور اخیر پر یہ بھی کہا گیا کہ اگر ایک سال تک منظور نہیں تو چالیس دن تک ہی ٹھہرو تو انہوں نے ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت کو منظور نہیں کیا اور خلاف واقعہ سراسر دروغ بے فروغ اشتہارات چھپوائے سوان کیلئے تو رسالہ سُرمہ چشم آریہ میں دوبارہ یہی چالیس دن تک اس جگہ رہنے کا پیغام تحریر کیا گیا ہے ناظرین اسکو پڑھ لیں۔ لیکن یہ اشتہار اتمام حجت کی غرض سے بمقابل منشی جیونداس صاحب جو سب آریوں کی نسبت شریف اور سلیم الطبع معلوم ہوتے ہیں اور لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر ہوشیار پور جو وہ بھی میری دانست میں آریوں میں سے غنیمت ہیں اور منشی اندرمن صاحب مراد آبادی جو گویا دوسرا مصرعہ سورستی صاحب کا ہیں اور مسٹر عبداللہ آتھم صاحب سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر رئیس امرتسر جو حضرات عیسائیوں میں سے شریف اور سلیم المزاج آدمی ہیں اور پادری عمادالدین لاہز صاحب امرتسری اور پادری ٹھاکرداس صاحب مؤلف کتاب اظہار عیسوی شائع کیا جاتا ہے کہ اب ہم بجائے ایک سال کے صرف چالیس روز اس شرط سے مقرر کرتے ہیں کہ جو صاحب آزمائش و مقابلہ کرنا چاہیں وہ برابر چالیس دن تک ہمارے پاس قادیان میں یا جس جگہ اپنی مرضی سے ہمیں رہنے کا اتفاق ہو رہیں اور برابر حاضر رہیں پس اس عرصہ میں اگر ہم کوئی امر پیشگوئی جو خارق عادت ہو پیش نہ کریں یا پیش تو کریں مگر بوقت ظہور وہ جھوٹا نکلے یا وہ جھوٹا تو نہ ہو مگر اسی طرح صاحب ممتحن اس کا مقابلہ کرکے دکھلا دیں تو مبلغ پانسو روپیہ نقد بحالت مغلوب ہونے کے اسی وقت بلاتوقف انکو دیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ پیشگوئی وغیرہ بہ پایۂ صداقت پہنچ گئی تو صاحب مقابل کو بشرف اسلام مشرف ہونا پڑے گا۔ اور یہ بات نہایت ضروری قابل یادداشت ہے کہ پیشگوئیوں میں صرف زبانی طور پر نکتہ چینی کرنا یا اپنی طرف سے شرائط لگانا ناجائز اور غیر مسلم ہوگا بلکہ سیدھا راہ شناخت پیشگوئی کا یہی قرار دیا جائیگا کہ اگر وہ پیشگوئی صاحب مقابل کی رائے میں کچھ ضعف یا شک رکھتی ہے یا انکی نظر میں قیافہ وغیرہ سے مشابہ ہے تو اسی عرصہ چالیس روز میں وہ بھی ایسی پیشگوئی ایسے ہی ثبوت سے ظاہر کرکے دکھلاویں اور اگر مقابلہ سے عاجز رہیں تو پھر حجت ان پر تمام ہوگی اور بحالت سچے نکلنے پیشگوئی کے بہرحال انہیں مسلمان ہونا پڑیگا اور یہ تحریریں پہلے سے جانبین میں تحریر ہوکر انعقاد پاجائیں گی چنانچہ اس رسالہ کے شائع ہونے کے وقت سے یعنی 20 ستمبر 1886 سے ٹھیک تین ماہ کی مہلت صاحبان موصوف کو دی جاتی ہے اگر اس عرصہ میں ان کی طرف سے اس مقابلہ کیلئے کوئی منصفانہ تحریک نہ ہوئی تو یہ سمجھا جائیگا کہ وہ گریز کر گئے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔" **(سُرمہ چشم آریہ رُوحانی خزائن جلد 2 صفحہ 309)**

ایک سال تک قادیان میں رُک کر نشان دیکھنے سے متعلق اشتہار کا ذکر مجموعہ اشتہارات جلد اوّل ایڈیشن 1989 کے صفحہ 20 اور ایڈیشن 2019 کے صفحہ 30 پر ملتا ہے۔ یہ اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آٹھ ہزار سے زائد کی تعداد میں انگریزی اور اُردو میں شائع کرواکر پنجاب و ہندوستان وانگلستان کے مشہور پادریوں نیز معزز برہمو، آریہ، ونیچری، ومولوی صاحبان کی خدمت میں ارسال کئے۔ آپؑ نے اشتہار میں تحریر فرمایا کہ :

"دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے۔ اس دین کی حقانیت اور قرآن کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں کی شہادت بھی پائی جاتی ہے جسکو طالب صادق اس خاکسار کی صحبت اور صبر اختیار کرنے سے بمعائنہ چشم تصدیق کرسکتا ہے۔ آپ کو اس دین کی حقانیت یا اُن آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب صادق بن کر قادیان میں تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر اُن آسمانی نشانوں کا بچشم خود مشاہدہ کرلیں......اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو چکا ہے جس میں تخلّف کا امکان نہیں۔ اب آپ تشریف نہ لائیں تو آپ پر خدا کا مؤاخذہ رہا......اور اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دو سو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائیگا۔ اس دو سو روپیہ ماہوار کو آپ اپنے شایان شان نہ سمجھیں تو اپنے حرج اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دینگے ہم اس کو بشرط استطاعت قبول کرینگے......اگر آپ بذاتِ خود تشریف نہ لاسکیں تو آپ اپنا وکیل جس کے مشاہدہ کو آپ معتبر اور اپنا مشاہدہ سمجھیں روانہ فرماویں۔"

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ صرف ایک بار بلکہ بارہا آپؑ نے نشان دکھانے کی دعوت دی اور اس کا اعلانِ عام فرمایا۔ آپؑ کے دل میں اس کیلئے شدید تڑپ تھی کہ کوئی ایمان لے آئے، کوئی مسلمان ہو جائے۔ یہی وجہ تھی کہ مدّمقابل کے فاتح قرار پانیکی صورت میں آپؑ نے اُن کیلئے بڑے بڑے انعامات مقرر فرمائے اور شکست کی صورت میں اُس سے صرف مسلمان ہوجانے کی شرط ٹھہرائی۔ ذیل میں ہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض نہایت پُرشوکت ارشادات جن کا تعلق نشان نمائی سے ہے پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر جگن ناتھ صاحب ملازم ریاست جموں کو نشان دکھانے کی دعوت دیتے ہوئے آپؑ نے فرمایا :

اگر آپ بلاتخصیص کسی نشان دیکھنے پر سچے دل سے مسلمان ہونے کیلئے تیار ہیں تو......حلفاً یہ اقرار اپنی طرف سے شائع کردیں کہ......اگر میں اسلام کی تائید میں کوئی نشان دیکھوں جسکی نظیر مشاہدہ کرانے سے میں عاجز آجاؤں اور انسانی طاقتوں میں اسکا کوئی نمونہ اُنہیں تمام لوازم کیساتھ دکھلا نہ سکوں تو بلاتوقف مسلمان ہوجاؤں گا......اگر میں ناکام رہا تو ڈاکٹر صاحب جو سزا اور تاوان میرے مقدرت کے موافق میرے لئے تجویز کریں وہ مجھے منظور ہے اور بخدا مجھے مغلوب ہونے کی حالت میں سزائے موت سے بھی کچھ عذر نہیں۔ **(آسمانی فیصلہ رُوحانی خزائن جلد 4 صفحہ 339)**

سر سیّد احمد خان صاحب بانی علیگڑھ یونیورسٹی کو نشان دکھانے کی دعوت دیتے ہوئے آپ نے فرمایا :

اگر آپ ایک صادق دل لیکر میری طرف متوجہ ہوں تو میں خدا تعالیٰ سے توفیق پاکر عہد کرتا ہوں کہ آپ کو مطمئن کرنے کیلئے اس قادر مطلق سے مدد چاہوں گا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ میری فریاد سنے گا اور آپ کو ان غلطیوں سے نجات دیگا جن کیوجہ سے نہ صرف آپ بلکہ ایک گروہ کثیر گرداب شبہات میں مبتلا نظر آتا ہے......اگر آپ تھوڑی سی زحمت اٹھاکر اور بزرگواری کے حجابوں سے الگ ہوکر چند ہفتہ اس عاجز کی صحبت میں رہیں تو میں امید رکھتا ہوں کہ آپ کے بہت سے امور مافوق العقل بڑی آسانی سے آپ کو معقول اور ممکن دکھائی دیں۔

(آئینہ کمالات اسلام رُوحانی خزائن جلد 5 صفحہ 240-241 حاشیہ)

کسی بھی طالب حق کو نشان دکھانے کیلئے اعلانِ عام کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا :

اگر کوئی سچ کا طالب ہے خواہ وہ ہندو ہے یا عیسائی یا آریہ یا یہودی یا برہمو یا کوئی اور ہے اس کیلئے یہ خوب موقعہ ہے جو میرے مقابل پر کھڑا ہوجائے اگر وہ امور غیبیہ کے ظاہر ہونے اور دعاؤں کے قبول ہونے میں میرا مقابلہ کرسکا تو میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ اپنی تمام جائیداد غیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ کے قریب ہوگی اس کے حوالہ کردوں گا یا جس طور سے اس کی تسلی ہوسکے اسی طور سے تاوان ادا کرنے میں اس کو تسلی دوں گا میرا خدا واحد شاہد ہے کہ میں ہرگز فرق نہیں کروں گا اور اگر سزائے موت بھی ہو تو بدل و جان روا رکھتا ہوں۔ میں دل سے یہ کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچ کہتا ہوں اور اگر کسی کو شک ہو اور میری اس تجویز پر اعتبار نہ ہو تو وہ آپ ہی کوئی احسن تجویز تاوان کی پیش کرے میں اس کو قبول کرلونگا میں ہرگز عذر نہیں کرونگا۔ **(ایضاً صفحہ 276)**

صرف دو ماہ صحبت میں رہ کر نشان دیکھنے کی دعوت دیتے ہوئے آپؑ تحریر فرماتے ہیں :

اگرچہ مَیں دنیا کے تمام نبیوں کا ادب کرتا ہوں اور اُنکی کتابوں کا بھی ادب کرتا ہوں مگر زندہ دین صرف اسلام کو ہی مانتا ہوں کیونکہ اسکے ذریعہ سے میرے پر خدا ظاہر ہوا۔ جس شخص کو میرے اس بیان میں شک ہو اُسکو چاہئے کہ ان باتوں کی تحقیق کیلئے کم سے کم دو ماہ کیلئے میرے پاس آجائے میں اُسکے تمام اخراجات کا جو اسکے لئے کافی ہوسکتے ہیں اس مدت تک متکفل رہونگا۔ میرے نزدیک مذہب وہی ہے جو زندہ مذہب ہو اور زندہ اور تازہ قدرتوں کے نظارہ سے خدا کو دکھلاوے ورنہ صرف دعویٰ صحت مذہب ہیچ اور بلا دلیل ہے۔ **(چشمہ معرفت صفحہ 428)**

تمام قوموں کے درمیان نشان نمائی کا مقابلہ کرانیکے کے لئے آپؑ نے گورنمنٹ انگریزی کی خدمت میں درخواست کی تاکہ معلوم ہو کہ کون سا مذہب حق پر اور خدا تعالیٰ سے تائید یافتہ ہے۔ آپ نے لکھا کہ :

یہ مدعی یعنی یہ عاجز گورنمنٹ کے حکم سے ایک سال کے اندر ایک ایسا آسمانی نشان دکھلاوے، ایسا نشان جس کا مقابلہ کوئی قوم اور کوئی فرقہ جو زمین پر رہتے ہیں نہ کرسکے......اور ایسا ہی ان تمام مسلمانوں بلکہ ہر ایک قوم کے پیشواؤں کو جو ملہم اور خدا کے مقرب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ہدایت اور فہمائش ہو کہ......وہ بھی ایک سال تک کوئی نشان دکھلاویں۔ پھر بعد اس کے اگر ایک سال تک اِس عاجز نے ایسا کوئی نشان نہ دکھلایا جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو......مگر اس قسم کے نشان اور مسلمانوں یا اور قوموں سے بھی ظہور میں آگئے تو یہ سمجھا جائے کہ میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں اور اِس صورت میں مجھ کو کوئی سخت سزا دی جائے گو موت کی ہی سزا ہو......لیکن اگر خدا تعالیٰ نے ایک سال کی میعاد کے اندر میری مدد کی اور زمین کے رہنے والوں میں سے کوئی میرا مقابلہ نہ کرسکا تو پھر میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ گورنمنٹ محسنہ میرے مخالفوں کو نرمی سے ہدایت کرے کہ اِس نظارہ قدرت کے بعد شرم اور حیا سے کام لیں۔ اور تمام مردی اور بہادری سچائی کے قبول کرنے میں ہے۔ **(تریاق القلوب، رُوحانی خزائن جلد 15، صفحہ 494)**

آئندہ انشاء اللہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اَور انعامی چیلنج قارئین کی خدمت میں پیش کرینگے۔ (منصور احمد مسرور)

خطبہ جمعہ

سعدؓ جو بدر کے زمانہ میں بالکل نوجوان تھے اور جن کے ہاتھ پر بعد میں ایران فتح ہوا اور جو کوفہ کے بانی اور عراق کے گورنر بنے مگر ان کی نظر میں یہ تمام عزتیں اور فخر جنگِ بدر میں شرکت کے عزت وفخر کے مقابلے میں بالکل ہیچ تھیں

ابتدائے اسلام میں ایمان لانے والے، مکّی دَور میں تکالیف برداشت کرنے والے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہرے داری کا شرف پانے والے، دینِ اسلام اور خلافت کی غیرت رکھنے والے، مستجاب الدعوات، فارس الاسلام، فاتح عراق، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت سعد بن ابی وقّاص رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

چار مرحومین مکرم صفدر علی گجر صاحب (معروف پنجابی نظم خواں، رضا کار شعبہ ضیافت، الفضل انٹرنیشنل و اخبار احمدیہ یوکے)، مکرمہ عفت نصیر صاحبہ اہلیہ پروفیسر نصیر احمد خان صاحب مرحوم، مکرم عبدالرحیم ساقی صاحب (کارکن جنرل سیکرٹری آفس یوکے) اور مکرم سعید احمد سہگل صاحب (رضا کار دفتر پرائیویٹ سیکرٹری شعبہ ڈسپیچ) کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 14 اگست 2020ء بمطابق 14 ظہور 1399 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ- بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ- اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ- الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ- مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ- اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ- اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ- صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ-

گزشتہ دو جمعے پہلے جب مَیں صحابہ کا ذکر کر رہا تھا تو اس میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا ذکر ہو رہا تھا اور انہی کے بارے میں آج بھی مزید کچھ باتیں ہیں۔ جنگ کا ذکر ہوا تھا۔ جنگ کے دوران حضرت سعد کی اہلیہ حضرت سلمیٰؓ بنت حفصہ نے دیکھا کہ ایک قیدی جو کہ زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا بڑی حسرت سے اس جنگ میں حصہ لینے کا خواہش مند تھا۔ اس کا نام اَبُو مُحْجَن ثقفی تھا جسے حضرت عمرؓ نے شراب پینے پر جلاوطنی کی سزا دی تھی جو یہاں پہنچا۔ یہاں پہنچنے کے بعد اس نے پھر شراب پی جس کی وجہ سے حضرت سعدؓ نے اسے کوڑوں کی سزا دی اور زنجیر پہنا دی۔ اَبُو مُحْجَن نے حضرت سعدؓ کی لونڈی زَھْرَاءسے درخواست کی کہ میری زنجیریں کھول دو کہ میں جنگ میں شامل ہو سکوں اور کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! اگر میں زندہ بچ گیا تو واپس آکر بیڑیاں پہن لوں گا۔ لونڈی نے اس کی بات مان لی اور زنجیریں کھول دیں۔ اَبُو مُحْجَن نے حضرت سعدؓ کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ کا رخ کیا اور دشمنوں کی صفوں میں گھس گیا اور سیدھے جا کر سفید بڑے ہاتھی پر حملہ کیا۔ حضرت سعدؓ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ گھوڑا تو میرا ہے لیکن اس پر سوار اَبُو مُحْجَن ثقفی معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا تھا حضرت سعدؓ بیماری کی وجہ سے اس جنگ میں براہ راست شریک نہیں ہو سکے تھے اور دور سے نگرانی کر رہے تھے۔ بہر حال لڑائی تین دن تک جاری رہی۔ لڑائی جب ختم ہوئی تو اَبُو مُحْجَن ثقفی نے واپس آکر اپنی زنجیریں پہن لیں۔ حضرت سعدؓ نے اَبُو مُحْجَن کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ اگر تم نے آئندہ شراب پی تو میں تمہیں بہت سخت سزا دوں گا۔ اَبُو مُحْجَن نے وعدہ کیا کہ آئندہ کبھی شراب نہیں پیے گا۔ ایک دوسری جگہ یہ بیان ہے کہ حضرت سعدؓ نے یہ ماجرا حضرت عمرؓ کو لکھا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ آئندہ شراب سے توبہ کر لے تو اسے سزا نہ دی جائے۔ اس پر اَبُو مُحْجَن نے آئندہ شراب نہ پینے کی قسم کھائی جس پر حضرت سعدؓ نے اسے آزاد کر دیا۔ (ماخوذ از عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد، صفحہ 850 تا 851)

پہلے تو وہاں ذکر ہے کہ لونڈی نے چھوڑا تھا لیکن اس واقعے کی تفصیل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں بیان فرمائی ہے۔ آپؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص صحابہ میں سے تھے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں اپنے زمانۂ خلافت میں ایرانی فوج کے مقابلہ میں اسلامی فوج کا کمانڈر بنایا تھا۔ اتفاقاً انہیں ران پر ایک پھوڑا نکل آیا جسے ہمارے ہاں گھمبیر کہتے ہیں وہ لمبے عرصہ تک چلتا چلا گیا۔ بہتیرا علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر انہوں نے خیال کیا کہ اگر میں چارپائی پر پڑا رہا اور فوج نے دیکھا کہ میں جواُن کا کمانڈر ہوں ساتھ نہیں ہوں تو فوج بددل ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے ایک درخت پر عرشہ بنوایا جیسے ہمارے ہاں لوگ باغات کی حفاظت کیلئے بنا لیتے ہیں۔ آپ اس عرشے میں آدمیوں کی مدد سے بیٹھ جاتے تھے تا مسلمان فوج انہیں دیکھتی رہے اور اسے خیال رہے کہ ان کا کمانڈر ان کے ساتھ ہے۔ انہی دنوں آپ کو اطلاع ملی کہ ایک عرب سردار نے شراب پی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ شراب اگرچہ اسلام میں حرام تھی مگر عرب لوگ اس کے بہت عادی تھے اور عادت جب پڑ جائے تو مشکل سے چھوٹتی ہے اور اس سردار کو ابھی اسلام لانے پر دو تین سال کا ہی عرصہ گزرا تھا اور دو تین سال کے عرصہ میں جب پرانی عادت پڑی ہو تو حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ پھر عادت جاتی نہیں ہے۔ بہرحال حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو جب اس مسلمان عرب سردار کی اطلاع ملی کہ اس نے شراب پی ہے تو آپؓ نے اسے قید کر دیا۔ ان دنوں باقاعدہ قید خانے نہیں ہوتے تھے۔ جس شخص کو قید کرنا مقصود ہوتا اسے کسی کمرے میں بند کر دیا جاتا تھا اور اس پر پہرہ مقرر کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس مسلمان عرب سردار کو بھی ایک کمرے میں بند کر دیا گیا اور دروازے پر پہرہ لگا دیا گیا۔ پھر لکھتے ہیں کہ وہ سال، جب یہ جنگ ہو رہی تھی، تاریخ اسلام میں مصیبت کا سال کہلاتا ہے کیونکہ مسلمانوں کا جنگ میں بہت نقصان ہوا تھا۔ ایک جگہ پر اسلامی لشکر کے گھوڑے دشمن کے ہاتھیوں سے بھاگے۔ پاس ہی ایک چھوٹا سا دریا تھا۔ گھوڑے اس میں کودے اور عرب چونکہ تیرنا نہیں جانتے تھے اس لیے سینکڑوں مسلمان ڈوب کر مر گئے۔ اس لیے اس سال کو مصیبت کا سال کہتے ہیں۔ بہرحال وہ مسلمان عرب سردار کمرے میں قید تھا۔ مسلمان سپاہی جنگ سے واپس آتے اور اس کے کمرے کے قریب بیٹھ کر یہ ذکر کرتے کہ جنگ میں مسلمانوں کا بڑا نقصان ہوا ہے۔ وہ کڑھتا اور اس بات پر اظہار افسوس کرتا کہ وہ اس موقع پر جنگ میں حصہ نہیں لے سکا۔ بے شک اس میں کمزوری تھی کہ اس نے شراب پی لی لیکن وہ تھا بڑا بہادر، اس کے اندر جوش پایا جاتا تھا۔ جنگ میں مسلمانوں کے نقصانات کا ذکر سن کر وہ کمرے میں اس طرح ٹہلنے لگ جاتا جیسے پنجرے میں شیر ٹہلتا ہے۔ ٹہلتے ٹہلتے وہ شعر پڑھتا جس کا مطلب یہ تھا کہ آج ہی موقع تھا کہ تُو اسلام کو بچاتا اور اپنی بہادری کے جوہر دکھاتا مگر تُو قید ہے۔ حضرت سعدؓ کی بیوی بڑی بہادر عورت تھیں۔ وہ ایک دن اس کے کمرے کے پاس سے گزریں تو انہوں نے وہ شعر سن لیے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہاں پہرہ نہیں ہے۔ وہ دروازے کے پاس گئیں اور اس قیدی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تجھے پتہ ہے کہ سعدؓ نے تجھے قید کیا ہوا ہے۔ اگر اسے پتہ لگ گیا کہ میں نے تجھے قید سے آزاد کر دیا ہے تو مجھے چھوڑے گا نہیں لیکن میرا جی چاہتا ہے کہ میں تجھے قید سے آزاد کر دوں تا کہ تُو اپنی خواہش کے مطابق اسلام کے کام آسکے۔ اس نے کہا اب جو لڑائی ہو تو مجھے چھوڑ دیا کریں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ لڑائی کے بعد فوراً واپس آکر اس کمرے میں داخل ہو جایا کروں گا۔ اس عورت کے دل میں بھی اسلام کا درد تھا اور اس کی حفاظت کیلئے جوش پایا جاتا تھا اس لیے اس نے اس شخص کو قید سے نکال دیا۔ چنانچہ وہ لڑائی میں شامل ہوا اور ایسی بے جگری سے لڑا کہ اس کی بہادری کی وجہ سے اسلامی لشکر بجائے پیچھے ہٹنے کے آگے بڑھ گیا۔ سعدؓ نے اسے پہچان لیا اور بعد میں کہا کہ آج کی لڑائی میں وہ شخص موجود تھا جسے میں نے شراب پینے کی وجہ سے قید کیا ہوا تھا۔ گو اُس نے چہرے پر نقاب ڈالی ہوئی تھی مگر میں اس کے حملے کے انداز اور قد کو پہچانتا ہوں۔ میں اس شخص کو تلاش کروں گا جس نے اسے قید سے نکالا ہے اور اسے سخت سزا دوں گا یعنی جس نے اس کو اس قید سے باہر نکالا اس کی زنجیریں کھولیں اس کو سخت سزا دوں گا۔ جب حضرت سعدؓ نے یہ الفاظ کہے تو ان کی بیوی کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ آپ تو درخت پر عرشہ بنا کر بیٹھا ہوا ہے اور اس شخص کو تُو نے قید کیا ہوا ہے جو دشمن کی فوج میں بے دریغ گھس جاتا ہے اور اپنی جان کی پروا نہیں کرتا۔ میں نے اس شخص کو قید سے چھڑایا تھا تم جو چاہو کر لو۔ میں نے اسے کھلوایا تھا اب جو تم نے کرنا ہے کر لو۔ بہرحال یہ تفصیل حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی ایک لجنہ کی تقریر میں بیان فرمائی تھی اور یہ بیان فرما کے فرمایا تھا کہ غرض عورتوں نے اسلام میں بڑے بڑے کام کیے ہیں۔ آپؓ نے یہ فرمایا کہ پس آج بھی احمدی عورتوں کو ان مثالوں کو سامنے رکھنا چاہئے۔

(ماخوذ از قرون اولیٰ کی مسلمان خواتین کا نمونہ، انوار العلوم، جلد 25، صفحہ 428 تا 430)

پھر عورتوں کی قربانی کا حضرت سعدؓ کے حوالے سے ہی مزید واقعہ سنیں۔

انصار کے قبیلہ بنوسُلَیم کی مشہور شاعرہ اور صحابیہ حضرت خنساءؓ نے اس جنگ میں اپنے چار بیٹے اللہ کی راہ میں قربان کیے۔ حضرت خَنساءؓ کے خاوند اور بھائی ان کی جوانی میں فوت ہو گئے تھے۔ حضرت خَنُساءؓ نے بڑی محنت سے اپنے بچوں کو پالا تھا۔ قادسیہ کی جنگ کے آخری دن صبح جنگ سے پہلے حضرت خَنُساءؓ نے اپنے بیٹوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے میرے بیٹو! تم نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کیا ہے اور اپنی مرضی سے ہجرت کی ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ اَور کوئی معبود نہیں! مَیں نے تمہارے حسب ونسب میں کوئی عار نہیں آنے دی۔ یاد رکھو کہ آخرت کا گھر اس فانی دنیا سے بہتر ہے۔ بیٹو! ڈٹ جاؤ اور ثابت قدم رہو اور کندھے سے کندھا ملا کر لڑو۔ خدا کا تقویٰ اختیار کرو۔ جب تم دیکھو گے کہ گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے اور اس کا تندور بھڑک اٹھا ہے اور شہ سواروں نے اپنے سینے تان لیے ہیں تو تم اپنی آخرت کو سنوارنے کیلئے اس میں کود جاؤ۔ حضرت خنساءؓ کے بیٹوں نے ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اپنے گھوڑوں کی باگیں اٹھائیں اور رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے میدانِ جنگ میں کود گئے اور بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس روز شام سے پہلے قادسیہ پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ حضرت خنساءؓ کو بتایا گیا کہ تمہارے چاروں بیٹے شہید ہو گئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے انہیں شہادت سے سرفراز کیا۔ میرے لیے کم فخر نہیں کہ وہ راہ حق میں قربان ہو گئے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت کے سائے میں ضرور جمع رکھے گا۔

قادسیہ کو فتح کرنے کے بعد اسلامی لشکر نے بابل کو فتح کیا۔ بابل موجودہ عراق کا قدیم شہر تھا جس کا ذکر ہاروت

اور ماروت کے سلسلے میں قرآن نے بھی کیا ہے اور یہ وہیں تھا جہاں آج کوفہ ہے۔ شہروں کا جو تعارف ہے اس میں اس کا یہ تعارف لکھا ہے۔ اور پھر آگے یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ فتح کر کے کُوثٰی نام کے تاریخی شہر کے مقام پر پہنچے یہ وہ جگہ تھی جہاں حضرت ابراہیمؑ کو نمرود نے قید کیا تھا۔ قید خانے کی جگہ اس وقت تک محفوظ تھی۔ حضرت سعدؓ نے جب وہاں پہنچے اور قید خانے کو دیکھا تو قرآن کریم کی آیت پڑھی۔ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (آل عمران: 141) یعنی یہ دن ایسے ہیں کہ ہم انہیں لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

کُوثٰی سے آگے بڑھے تو بُہَرَہ شِیر نامی ایک جگہ پر پہنچے۔ معجم البُلدان جو شہروں کی معجم ہے اس کے مطابق اس کا نام بَهُرَسِيْرُ ہے۔ بَهُرَسِيْرُ دریائے دجلہ کے مغرب میں واقع عراق کے شہر مدائن کے قریب بغداد کے نواحی علاقوں میں سے ایک مقام کا نام ہے۔ یہاں کسریٰ کا شکاری شیر رہتا تھا۔ حضرت سعدؓ کا لشکر قریب پہنچا تو انہوں نے اس درندے کو لشکر پر چھوڑ دیا۔ شیر گرج کر لشکر پر حملہ آور ہوا۔ حضرت سعدؓ کے بھائی ہاشم بن ابی وقاص لشکر کے ہراول دستے کے افسر تھے۔ انہوں نے شیر پر تلوار سے ایسا وار کیا کہ شیر وہیں ڈھیر ہو گیا۔

پھر اسی جنگ میں مدائن کا معرکہ بھی ہے۔ مدائن کسریٰ کا پایہ تخت تھا۔ یہاں پر اس کے سفید محلات تھے۔ مسلمانوں اور مدائن کے درمیان دریائے دجلہ حائل تھا۔ ایرانیوں نے دریا کے تمام پل توڑ دیے۔ حضرت سعد نے فوج سے کہا کہ مسلمانو! دشمن نے دریا کی پناہ لے لی ہے۔ آؤ اس کو تیر کر پار کریں اور یہ کہہ کر انہوں نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ حضرت سعدؓ کے سپاہیوں نے اپنے قائد کی پیروی کرتے ہوئے گھوڑے دریا میں ڈال دیے اور اسلامی فوجیں دریا کے پار اتر گئیں۔ ایرانیوں نے یہ حیران کن منظر دیکھا تو خوف سے چلّانے لگے اور بھاگ کھڑے ہوئے کہ دیو آ گئے۔ دیو آ گئے۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر شہر اور کسریٰ کے محلات پر قبضہ کر لیا اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہو گئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق کھودتے ہوئے پتھر پر کدال مارتے ہوئے فرمائی تھی کہ مجھے مدائن کے سفید محلات گرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ ان محلات کو سنسان حالات میں دیکھ کر حضرت سعدؓ نے سورۂ دخان کی یہ آیات پڑھیں كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ۔ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ۔ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ۔ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ۔ (الدخان: 26 تا 29) کتنے ہی باغات اور چشمے ہیں جو انہوں نے پیچھے چھوڑے اور کھیتیاں اور عزت و احترام کے مقام بھی اور ناز و نعمت جس میں وہ مزے اڑایا کرتے تھے۔ اسی طرح ہوا اور ہم نے ایک دوسری قوم کو اس نعمت کا وارث بنا دیا۔

بہرحال اس کے بعد حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں لکھ کر مزید آگے بڑھنے کی اجازت چاہی جس پر حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ سردست اسی پر اکتفا کرو اور مفتوحہ علاقے کے نظم و نسق کی طرف توجہ کی جائے۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے مدائن کو مرکز بنا کر نظم و نسق کو مستحکم کرنے کی کوشش شروع کی اور اس کام کو بخوبی نبھایا۔ آپؓ نے عراق کی مردم شماری اور پیمائش کروائی۔ رعایا کے آرام و آسائش کا انتظام کیا اور اپنے حسن تدبر اور حسن عمل سے ثابت کیا کہ آپؓ کو اللہ نے جنگی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ انتظامی صلاحیتوں سے بھی بہرہ ور فرمایا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں نے فتح کیا تو رعایا کا خیال نہیں رکھا لیکن مسلمانوں نے جب شہر فتح کیے تو وہاں کے رہنے والوں کا پہلے سے بڑھ کر خیال رکھا گیا۔

پھر تعمیر کوفہ ہے۔ مدائن کی آب و ہوا عربوں کی طبیعت کے موافق نہ آئی تو حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کی اجازت سے ایک نیا شہر بسایا جس میں مختلف عرب قبائل کو الگ الگ محلّوں میں آباد کیا اور شہر کے درمیان ایک بڑی مسجد بنوائی جس میں چالیس ہزار نمازی ایک وقت میں نماز پڑھ سکتے تھے۔ کوفہ دراصل فوجی چھاؤنی تھا جس میں ایک لاکھ سپاہی بسائے گئے تھے۔ اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ حضرت سعدؓ نے ایک عرصہ تک مدائن میں قیام کرنے کے بعد محسوس کیا کہ یہاں کی آب و ہوا نے اہل عرب کا رنگ و روپ بالکل بدل دیا ہے۔ حضرت عمرؓ کو اس سے مطلع کیا تو حکم آیا کہ عرب کی سرحد میں کوئی مناسب سرزمین تلاش کر کے ایک نیا شہر بسائیں اور عربی قبائل کو آباد کر کے اس کو مرکز حکومت قرار دیں۔ حضرت سعدؓ نے اس حکم کے مطابق مدائن سے نکل کر ایک موزوں جگہ منتخب کر کے کوفہ کے نام سے ایک وسیع شہر کی بنیاد ڈالی۔ عرب کے جُدا جُدا قبیلوں کو جُدا جُدا محلوں میں آباد کیا۔ وسط میں ایک عظیم الشان مسجد بنوائی جس میں تقریباً چالیس ہزار نمازیوں کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ مسجد کے قریب ہی بیت المال کی عمارت اور اپنا محل تعمیر کرایا جو قصرِ سعد کے نام سے مشہور تھا۔ (ماخوذ از روشن ستارے، صفحہ 84 تا 88) (ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 2، صفحہ 117-118) (معجم البلدان مترجم، صفحہ 56) (معجم البلدان، جلد 1، صفحہ 610)

پھر معرکہ نَہَاوَنْد ہے یہاں 21 ہجری میں ایرانیوں نے عراقِ عَجم یعنی عراق کا وہ حصہ جو فارسیوں کے پاس تھا اس میں مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریاں کیں اور مسلمانوں سے مفتوحہ علاقے واپس لینے کی غرض سے نہاوند کے مقام پر مسلمانوں کے خلاف ڈیڑھ لاکھ ایرانی جنگجو اکٹھے ہوئے۔ حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی تو آپؓ نے اہل الرائے کے مشورے سے ایک عراقی حضرت نعمان بن مُقَرِّن مُزَنِیؓ کو مسلمان فوج کا قائد مقرر فرمایا۔ حضرت نعمانؓ اس وقت کسکر میں تھے۔ کسکر نہروان سے لے کر بصرہ کے قریب دریائے دجلہ کے دہانے تک کا علاقہ ہے جس میں بیسیوں گاؤں اور قصبے ہیں۔ بہرحال حضرت عمرؓ نے انہیں نہاوند پہنچنے کا حکم دیا۔ ڈیڑھ لاکھ ایرانیوں کے مقابل پر مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار تھی۔ حضرت نعمانؓ نے لشکر کی صفوں میں پھر کر انہیں ہدایات دیں اور پھر کہا کہ اگر مَیں شہید ہو جاؤں تو لشکر کے قائد حُذَیفہ ہوں گے اور اگر وہ شہید ہوں تو امیر لشکر فلاں ہو گا اور اس طرح ایک ایک کر کے انہوں نے سات آدمیوں کا نام لیا۔ اس کے بعد اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! اپنے دین کو معزز فرما اور اپنے بندوں کی مدد فرما اور نعمانؓ کو آج سب سے پہلے شہادت کا درجہ عطا فرما۔ ایک دوسری روایت کے مطابق انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! مَیں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ آج میری آنکھ ایسی فتح کے ذریعہ ٹھنڈی کر جس میں اسلام کی عزت ہو اور مجھے شہادت عطا ہو۔ جنگ شروع ہوئی۔ مسلمان اس بہادری کے ساتھ لڑے کہ سورج غروب ہونے سے پہلے میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا اور اسی جنگ میں حضرت نعمانؓ شہید ہو گئے۔ اَبُوْلُؤْلُؤَہ فَیرُوْز اسی جنگ میں قید ہوا اور وہ غلام بن کر حضرت مُغِیرہ بن شُعْبَہ کے حصہ میں آیا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے بعد میں حضرت عمرؓ پر حملہ کر کے انہیں شہید کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے نہاوند کے امیر کو خط لکھا کہ اگر اللہ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے تو خمس یعنی 5/1 بیت المال کے لیے رکھ کر تمام مالِ غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دو اور اگر یہ لشکر ہلاک ہو جائے تو کوئی بات نہیں کیونکہ زمین کی سطح سے اس کا بطن یعنی قبر بہتر ہے۔

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ قبیلہ بنو اسد کے لوگوں نے حضرت سعدؓ کی نماز پر اعتراض کیا اور ان کی شکایات حضرت عمرؓ سے کیں کہ صحیح طرح نماز نہیں پڑھاتے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت محمد بن مَسْلَمہؓ کو تحقیق کے لیے بھیجا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ شکایات غلط تھیں۔ تاہم بعض مصلحتوں کی بنا پر حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو مدینے میں بلا لیا۔ (ماخوذ از روشن ستارے، جلد 2، صفحہ 88 تا 90) (شرح زرقانی علی مواهب اللدینہ، جلد 4، صفحہ 539، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (معجم البلدان مترجم، صفحہ 292)

اس کی تفصیل صحیح بخاری کی روایت میں یوں بیان ہوئی ہے کہ حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ کوفہ والوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت سعدؓ کی شکایت کی تو انہوں نے ان کو معزول کر دیا اور حضرت عمارؓ کو ان کا عامل یعنی حاکم مقرر کیا۔ کوفہ والوں نے حضرت سعدؓ کے متعلق شکایات میں یہ بھی کہا تھا کہ وہ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے تو حضرت عمرؓ نے ان کو بلا بھیجا اور کہا اے ابو اسحاق! (ابو اسحاق حضرت سعدؓ کی کنیت تھی) یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ آپ اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھاتے۔ ابو اسحاق نے کہا مَیں تو بخدا انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھایا کرتا تھا۔ اس میں ذرا بھی کم نہیں کرتا تھا۔ عشاء کی نماز پڑھاتا تو پہلی دو رکعتیں لمبی اور پچھلی دو رکعتیں ہلکی پڑھتا تھا۔ تب حضرت عمرؓ نے کہا ابو اسحاق آپ کے متعلق یہی خیال تھا۔ یعنی مجھے امید تھی کہ اس طرح ہی کرتے ہوں گے۔

پھر حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ ایک آدمی یا چند آدمی کوفہ روانہ کیے تا ان کے بارے میں کوفہ والوں سے پوچھیں۔ انہوں نے کوئی مسجد بھی نہیں چھوڑی جہاں حضرت سعدؓ کے متعلق نہ پوچھا گیا ہو۔ ہر مسجد میں گئے اور لوگ ان کی (حضرت سعدؓ کی) اچھی تعریف کرتے تھے۔ آخر وہ قبیلہ بَنُو عَبْس کی مسجد میں گئے۔ ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا۔ اسے اسامہ بن قتادہ کہتے تھے اور ابو سَعْدَہ اس کی کنیت تھی۔ اس نے کہا چونکہ تم نے ہمیں قسم دی ہے اس لیے اصل بات یہ ہے کہ سعدؓ فوج کے ساتھ نہیں جایا کرتے تھے اور نہ برابر تقسیم کرتے تھے اور نہ فیصلے میں انصاف کرتے تھے۔ یہ الزام انہوں نے حضرت سعدؓ پر لگائے۔ حضرت سعدؓ نے جو یہ بات سنی تو اس پر حضرت سعدؓ نے کہا۔ دیکھو اللہ کی قسم! میں تین دعائیں کرتا ہوں کہ اے میرے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور ریا اور شہرت کی غرض سے کھڑا ہوا ہے یعنی جو الزام لگانے والا تھا تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کی محتاجی کو بڑھا اور اسے مصیبتوں کا تختہ مشق بنا۔ اسکے بعد جب کوئی اس شخص کا حال پوچھتا جس نے الزام لگایا تھا تو وہ کہتا پیر فرتوت ہوں۔ بہت بوڑھا ہو چکا ہوں۔ بُری حالت ہے۔ مصیبت زدہ ہوں اور حضرت سعدؓ کی بددعا مجھے لگ گئی ہے یعنی لوگوں نے جھوٹا الزام لگوایا تھا۔ اس کا نتیجہ بھگت رہا ہوں۔ عبد الملک کہتے تھے کہ مَیں نے اس کے بعد اسے دیکھا ہے۔ حالت یہ تھی کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھنویں اس کی دونوں آنکھوں پر آ پڑی تھیں اور تعجب ہے کہ اس کے باوجود اس کی اخلاقی حالت کا یہ حال تھا کہ وہ راستوں میں چھوکریوں کو چھیڑتا اور چشمک کرتا تھا۔ بخاری میں یہ سارا واقعہ درج ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب وجوب القراءۃ للامام والماموم...... حدیث 755)

بہرحال ان شکایات کا حضرت سعدؓ کو بہت دکھ ہوا اور آپؓ نے کہا عربوں میں سے مَیں پہلا ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا اور ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لیے نکلتے اور حالت یہ تھی کہ ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ ہوتی سوائے درختوں کے پتّے ہی۔ ہمارا یہ حال تھا کہ ہم میں سے ہر ایک اس طرح مینگنیاں کرتا جیسے اونٹ لید کرتے ہیں یا بکریاں مینگنیاں کرتی ہیں یعنی خشک۔ اور اب یہ حال ہے کہ بَنُو اَسَد ابن خُذَیمہ مجھ کو آدابِ اسلام سکھاتے ہیں۔ تب تو مَیں بالکل نامراد رہا اور میرا عمل ضائع ہو گیا اور بنو اسد کے لوگوں نے حضرت عمرؓ کے پاس چغلی کھائی تھی اور کہا تھا کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتا۔ یہ بھی بخاری کی ہے۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باب مناقب سعد بن ابی وقاص، حدیث نمبر 3728) (سنن الترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث نمبر 2365-2366)

23 ہجری میں جب حضرت عمرؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو حضرت عمرؓ سے لوگوں نے عرض کی کہ آپ خلافت کیلئے کسی کو نامزد کریں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے انتخابِ خلافت کیلئے ایک بورڈ مقرر کیا جس میں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ان میں سے کسی ایک کو چن لینا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اہلِ جنت قرار دیا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر خلافت سعد بن ابی وقاصؓ کو مل گئی تو وہی خلیفہ ہوں ورنہ جو بھی تم میں سے خلیفہ ہو وہ سعدؓ سے مدد لیتا رہے کیونکہ مَیں نے انہیں اس لیے معزول نہیں کیا کہ وہ کسی کام کے کرنے سے عاجز تھے اور نہ اس لیے کہ انہوں نے کوئی خیانت کی تھی۔ (ماخوذ از صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان بن عفان حدیث نمبر 3700) (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وابی بکر وعمر حدیث نمبر 1392)

جب حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے حضرت سعدؓ کو دوبارہ کوفے کا والی بنا دیا۔ آپؓ تین سال تک اس عہدے پر فائز رہے اور اس کے بعد کسی وجہ سے حضرت سعدؓ کا حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے اختلاف ہوا جو اس وقت بیت المال کے انچارج تھے جس کی وجہ سے حضرت عثمانؓ نے انہیں (حضرت سعدؓ کو) معزول کر دیا۔ معزول ہونے کے بعد حضرت سعدؓ نے مدینے میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ جب حضرت عثمانؓ کے خلاف فتنہ و فساد شروع ہوا تب بھی آپ گوشہ نشین ہی رہے۔ (ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 2، صفحہ 120)

ایک روایت میں آتا ہے کہ فتنے کے زمانے میں ایک مرتبہ حضرت سعدؓ کے صاحبزادے نے حضرت سعدؓ سے

پوچھا کہ آپؓ کو کس چیز نے جہاد سے روکا ہے۔اس پر حضرت سعدؓ نے جواب دیا کہ میں تب تک نہیں لڑوں گا یہاں تک کہ مجھے ایسی تلوار لا کر دو جو مومن اور کافر کو پہچانتی ہو۔اب تو مسلمان مسلمان آپس میں لڑ رہے ہیں۔ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ ایسی تلوار لاؤ جس کی آنکھیں ،ہونٹ اور زبان ہوں اور جو مجھے بتائے کہ فلاں شخص مومن ہے اور فلاں شخص کافر ہے۔(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جزو ثالث،صفحہ 106،سعد بن ابی وقاص،دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان،1990ء)

اب تک تو مَیں صرف کافروں کے خلاف لڑا ہوں۔

سنن ترمذی کی ایک روایت میں بیان ہے کہ حضرت سعدؓ نے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں شروع ہونے والے فتنوں کے بارے میں فرمایا کہ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ضرور آئندہ زمانے میں ایک فتنہ ہوگا اور اس میں بیٹھا رہنے والا کھڑے ہونے والے شخص سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا شخص چلنے والے شخص سے بہتر ہوگا اور چلنے والا شخص دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔یعنی کہ ہر لحاظ سے کسی طرح بھی اس فتنے میں شامل نہیں ہونا بلکہ بچنے کی کوشش کرنی ہے،تو بہرحال کسی نے پوچھا کہ اگر فتنہ میرے گھر میں داخل ہو جائے تو مَیں کیا کروں۔فرمایا کہ تُو ابنِ آدم کی طرح ہو جانا۔(سنن الترمذی ابواب الفتن ،باب ماجاء انہ تکون فتنۃ......حدیث نمبر 2194)

یعنی جیسے قرآن شریف میں اس ابن آدم کا ذکر ہے کہ اپنا بچاؤ تو کرو لیکن ایک دوسرے کو قتل کرنے کی نیت سے لڑائی نہیں کرنی اور یہی واقعہ ہے جو قرآن کریم میں بیان ہوا ہے۔اس سے یہی لگتا ہے کہ وہی مثال آپؐ نے دی تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں جب فتنوں کا آغاز ہوا تو اس فتنے کو فرو کرنے میں صحابہ کی مساعی جمیلہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

’’گو صحابہؓ کو اب حضرت عثمانؓ کے پاس جمع ہونے کا موقع نہ دیا جاتا تھا مگر پھر بھی وہ اپنے فرض سے غافل نہ تھے۔مصلحت وقت کے ماتحت انہوں نے دو حصوں میں اپنا کام تقسیم کیا ہوا تھا جو سِن رسیدہ ’’بوڑھے تھے‘‘ اور جن کا اخلاقی اثر عوام پر زیادہ تھا وہ تو اپنے اوقات کو لوگوں کو سمجھانے پر صرف کرتے اور جو لوگ ایسا کوئی اثر نہ رکھتے تھے یا نوجوان تھے وہ حضرت عثمانؓ کی حفاظت کی کوشش میں لگے رہتے۔‘‘ پھر لکھتے ہیں کہ ’’اول الذکر جماعت میں سے حضرت علیؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فاتح فارس فتنہ کے کم کرنے میں سب سے زیادہ کوشاں تھے۔‘‘

(اسلام میں اختلافات کا آغاز،انوار العلوم،جلد 4،صفحہ 321)

حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کی خلافت میں بھی حضرت سعدؓ گوشہ نشین ہی رہے۔ایک روایت کے مطابق جب حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے درمیان اختلاف بڑھا تو امیر معاویہ نے تین صحابہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ کو اپنی مدد کیلئے خط لکھا اور ان کو لکھا کہ وہ حضرت علیؓ کے خلاف ان کی مدد کریں۔اس پر ان تینوں نے انکار کیا۔حضرت سعدؓ نے امیر معاویہ کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے کہ

مُعَاوِیَ دَاؤُكَ الدَّاءُ الْعَيَاءُ ﴿﴾ وَ لَيْسَ لِمَا تَجِيْءُ بِهٖ دَوَاءُ
اَيَدْعُوْنِيْ اَبُوْ حَسَنٍ عَلِيٌّ ﴿﴾ فَلَمْ اَرْدُدْ عَلَيْهِ مَا يَشَاءُ
وَ قُلْتُ لَهٗ اَعْطِنِيْ سَيْفًا بَصِيْرًا ﴿﴾ تَمِيْزُ بِهِ الْعَدَاوَةُ وَالْوَلَاءُ
اَتَطْمَعُ فِي الَّذِيْ اَعْيَا عَلِيًّا ﴿﴾ عَلٰى مَا قَدْ طَمِعْتَ بِهِ الْعَفَاءُ
لَيَوْمٌ مِنْهُ خَيْرٌ مِّنْكَ حَيًّا ﴿﴾ وَ مَيْتًا اَنْتَ لِلْمَرْءِ الْفِدَاءُ

ترجمہ ان کا یہ ہے کہ اے معاویہ! تیری بیماری سخت ہے۔تیرے مرض کی کوئی دوا نہیں۔کیا تُو اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ ابوحسن یعنی حضرت علیؓ نے مجھے لڑنے کیلئے کہا تھا مگر میں نے ان کی بات بھی نہیں مانی اور مَیں نے ان سے کہا کہ مجھے ایسی تلوار دے دیں جو بصیرت رکھتی ہو اور مجھے دشمن اور دوست میں فرق کر کے بتا دے۔اے معاویہ! کیا تُو امید رکھتا ہے کہ جس نے لڑائی کرنے کیلئے حضرت علیؓ کی بات نہ مانی ہو وہ تیری بات مان لے گا۔حالانکہ حضرت علیؓ کی زندگی کا ایک دن تیری ساری زندگی اور موت سے بہتر ہے اور تُو ایسے شخص کے خلاف مجھے بلاتا ہے۔اسد الغابہ کی یہ روایت ہے۔اس میں واقعہ درج ہے۔(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، جزو ثانی،صفحہ 455،سعد بن مالک، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ نے حضرت سعدؓ سے پوچھا کہ ابوتراب! (یہ حضرت علیؓ کی کنیت تھی) کو برا کہنے سے آپ کو کس چیز نے منع کیا ہے؟ ان کو آپ برا نہیں کہتے تھے۔حضرت سعدؓ نے فرمایا وہ تین باتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمائی ہیں اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جاتی تو وہ میرے لیے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہوتی۔ان تین باتوں کی وجہ سے میں کبھی ان کو یعنی حضرت علیؓ کو برا نہیں کہوں گا۔نمبر ایک یہ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ایک غزوے میں اپنے پیچھے چھوڑا۔اس پر حضرت علی نے آپؐ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ رہے ہیں۔اس پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تُو اس بات پر خوش نہیں کہ تیرا میرے ساتھ ویسا ہی تعلق ہے جیسا کہ ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا،صرف اس فرق کے ساتھ کہ میرے بعد تجھے نبوت کا مقام حاصل نہیں ہے۔نمبر دو بات یہ کہی کہ غزوۂ خیبر کے موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مَیں ایسے شخص کو اسلامی جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔اس پر ہم نے اس کی خواہش کی ، ہر ایک میں خواہش پیدا ہوئی کہ جھنڈا ہمیں دیا جائے ہم بھی اللہ سے اور رسول سے محبت رکھتے ہیں۔پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی کو بلاؤ۔ہم میں سے کسی کو نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ علی کو بلاؤ۔حضرت علیؓ آئے۔ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور ان کو اسلامی جھنڈا دیا اور اللہ نے اس روز مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔پھر تیسری بات انہوں نے یہ بیان کی کہ جب آیت فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ (آل عمران:62) اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تُو کہہ دے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو۔ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو۔جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ ،حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بلایا اور فرمایا کہ اے اللہ! یہ میرا اہل وعیال ہے۔یہ ترمذی کی روایت ہے۔

(سنن الترمذی،ابواب المناقب،باب انا دار الحکمۃ وعلی بابھا،حدیث 3724)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بیٹے مُصْعَبْ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کی وفات کا وقت آیا تو ان کا سر میری گود میں تھا۔میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔انہوں نے مجھے دیکھا اور مجھ سے کہا کہ اے میرے پیارے بیٹے! تجھے کیا چیز رلاتی ہے۔مَیں نے عرض کیا آپ کی وفات کا غم اور اس بات کا غم کہ میں آپ کے بعد آپ کا بدل کسی کو نہیں دیکھتا۔اس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا مجھ پر مت رو۔اللہ مجھے کبھی عذاب نہیں دے گا اور مَیں جنتیوں میں سے ہوں۔بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جی فلاں نے فلاں پروگرام میں کہہ دیا جنتیوں میں سے کس طرح ہو گئے تو یہاں حضرت سعدؓ بھی فرما رہے ہیں کہ مَیں جنتیوں میں سے ہوں۔پھر فرمایا کہ اللہ مومنوں کو ان کی نیکیوں کی جزا دیتا ہے جو انہوں نے اللہ کیلئے کیں اور جہاں تک کفار کا معاملہ ہے تو اللہ ان کے اچھے کاموں کی وجہ سے ان کے عذاب کو ہلکا کر دیتا ہے مگر جب وہ اچھے کام ختم ہو جائیں تو دوبارہ عذاب دیتا ہے۔ہر انسان کو اپنے اعمال کی جزا اس سے طلب کرنی چاہیے جس کیلئے اس نے عمل کیا ہو۔(الطبقات الکبریٰ، جزو ثالث،صفحہ 108-109،سعد بن ابی وقاص،دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان،1990ء)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بیٹے روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والد سے پوچھا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپؓ انصار کے گروہ کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہیں جو دوسروں کے ساتھ نہیں کرتے تو انہوں نے بھی بیٹے سے پوچھا کہ اے میرے بیٹے! کیا تمہارے دل میں ان کی طرف سے کچھ ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ سلوک جو میں انصار سے کرتا ہوں تو کیا تمہارے دل میں کوئی بات ہے؟ تو میں نے جواب دیا نہیں لیکن مجھے آپ کے اس معاملے سے تعجب ہوتا ہے۔حضرت سعدؓ نے جواب دیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مومن ہی ان کو دوست رکھتا ہے اور منافق ہی ان سے بغض رکھتا ہے۔پس میں اس لیے ان سے تعلق رکھتا ہوں۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، جزء ثانی،صفحہ 456،سعد بن مالک،دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

جریر سے مروی ہے کہ وہ ایک دفعہ حضرت عمر کے پاس سے گزرے تو حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا مَیں نے انہیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ اپنی حکومت میں باوجود قدرت کے سب سے شریف انسان ہیں۔سختی میں سب سے کم ہیں۔وہ تو ان لوگوں کیلئے مہربان ماں جیسے ہیں۔وہ ان کیلئے ایسے جمع کرتے ہیں جیسے چیونٹی جمع کرتی ہے۔جنگ کے وقت لوگوں میں سے سب سے زیادہ بہادر ہیں اور قریش میں سے لوگوں کے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ جلد 3 صفحہ 64،دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان،1995ء)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے 55؍ہجری میں وفات پائی۔وفات کے وقت آپ کی عمر ستر برس سے کچھ زیادہ تھی۔بعض کے نزدیک آپ کی عمر چوہتر سال تھی جبکہ بعض کے نزدیک آپ کی عمر تراسی سال تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جزء ثالث،صفحہ 110،سعد بن ابی وقاص، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، 1990ء)(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، جزء ثانی،صفحہ 610،دار الجیل بیروت)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی وفات کے سال کے بارے میں اختلاف ہے۔مختلف روایات میں آپ کی وفات کا سال اکاون ہجری سے لے کر اٹھاون ہجری تک ملتا ہے لیکن اکثر نے آپ کی وفات کا سال پچپن ہجری بیان کیا ہے۔(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، جزء ثانی،صفحہ 456،سعد بن مالک، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے وفات کے وقت اڑھائی لاکھ درہم ترکے میں چھوڑے۔(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جزء ثالث،صفحہ 110،سعد بن ابی وقاص، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان،1990ء)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے عَقِیق مقام پر وفات پائی جو مدینے سے سات میل کے فاصلے پر تھا یا دس میل کے فاصلے پر تھا۔بعض کہتے ہیں کہ وہاں سے لوگ آپ کی میت کو کندھوں پر رکھ کر مدینہ لائے اور مسجد نبوی میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔آپ کا جنازہ مروان بن حکم نے پڑھا جو اس وقت مدینے کا حکمران تھا۔آپ کی نماز جنازہ میں ازواج مطہرات نے بھی شرکت فرمائی۔آپ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، جزء ثانی،صفحہ 456،سعد بن مالک، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جزء ثالث،صفحہ 110،سعد

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ (سورۃ البقرہ:278)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اور انہوں نے نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ دی ان کیلئے ان کا اجر ان کے ربّ کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

بن ابی وقاص، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، 1990ء)(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، جزء ثانی، صفحہ 610، دارالجیل بیروت)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے جنازے کے بارے میں روایت ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی وفات ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے یہ کہلا بھیجا کہ لوگ ان کا جنازہ لے کر مسجد میں آئیں تاکہ وہ یعنی ازواج بھی ان کی نماز جنازہ پڑھیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جنازہ ان کے حجروں کے سامنے رکھا گیا تاکہ وہ نماز جنازہ پڑھ لیں۔ پھر انہیں باب الجنائز سے باہر لے جایا گیا جو بیٹھنے کی جگہوں کے پاس تھا۔ پھر ان ازواج مطہرات کو یہ بات پہنچی کہ لوگوں نے اس بات پر نکتہ چینی کی ہے اور کہتے ہیں کہ جنازے مسجد میں داخل نہیں کیے جاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا کہ لوگ کتنی جلدی ایسی باتوں پر نکتہ چینی کرنے لگ جاتے ہیں جن کا ان کو علم نہیں ہوتا۔ انہوں نے ہم پر اعتراض کیا ہے یعنی حضرت عائشہؓ نے کہا کہ لوگوں نے ہم پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جنازہ مسجد میں سے گزارا گیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بَیضاء کی نماز جنازہ مسجد کے اندر ہی پڑھی تھی۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الجنازۃ فی المسجد 973)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحہ 109، سعد بن ابی وقاص، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، 1990ء)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنی مرض الموت میں وصیت کی کہ میرے لیے لحد بنانا اور مجھ پر اینٹیں نصب کرنا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیا گیا تھا۔ یہ بھی مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی اللحد ونصب اللبن علی المیت 966)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے مہاجرین مردوں میں سے سب سے آخر پر وفات پائی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنی وفات کے وقت ایک اونی جبہ نکالا اور وصیت کی کہ مجھے اس کا کفن پہنانا کیونکہ مَیں اس جبے کو پہن کر غزوۂ بدر میں شامل ہوا تھا اور مَیں نے اسے اسی وقت کیلئے یعنی وفات کے وقت کیلئے سنبھال کر رکھا تھا۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، جزء ثانی، صفحہ 456، سعد بن مالک، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ''سیرت خاتم النبیین'' میں لکھتے ہیں کہ ''حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی جب صحابہ کے وظیفے مقرر ہوئے تو بدری صحابیوں کا وظیفہ ممتاز طور پر خاص مقرر کیا گیا۔ خود بدری صحابہؓ بھی جنگِ بدر کی شرکت پر خاص فخر کرتے تھے۔ چنانچہ مشہور مستشرق ولیم میور صاحب لکھتے ہیں۔ بدری صحابی اسلامی سوسائٹی کے اعلیٰ ترین رکن سمجھے جاتے تھے۔ سعد بن ابی وقاصؓ جب 80 سال کی عمر میں فوت ہونے لگے تو انہوں نے کہا کہ مجھے وہ چوغہ لاکر دو جو مَیں نے بدر کے دن پہنا تھا اور جسے مَیں نے آج کے دن کے لیے سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ یہ وہی سعدؓ تھے جو بدر کے زمانہ میں بالکل نوجوان تھے اور جن کے ہاتھ پر بعد میں ایران فتح ہوا اور جو کوفہ کے بانی اور عراق کے گورنر بنے مگر ان کی نظر میں یہ تمام عزتیں اور فخر جنگِ بدر میں شرکت کے عزت وفخر کے مقابلے میں بالکل ہیچ تھیں اور جنگِ بدر والے دن کے لباس کو وہ اپنے واسطے سب خلعتوں سے بڑھ کر خلعت سمجھتے تھے اور ان کی آخری خواہش یہی تھی کہ اسی لباس میں لپیٹ کر ان کو قبر میں اتارا جاوے۔'' (سیرت خاتم النبیینؐ، صفحہ 373)

پہلے روایت آچکی ہے کہ آپ نے قصر سعد بنایا تھا تو اس کے تعمیر ہونے پر کسی کے دل میں کوئی خیال بھی ہو، سوال اٹھتا ہو تو یہی اس کا جواب ہے کہ انہوں نے آخر میں گوشہ نشینی اختیار کی اور پھر جس چیز کو پسند کیا وہ بدر کی جنگ میں پہنا ہوا لباس تھا اور اس سے پہلے بھی ان کی جو گوشہ نشینی کی حالت تھی وہی ان کی عاجزی اور سادگی کی دلیل ہے۔

حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میں غزوۂ بدر میں شامل ہوا تھا تو اس وقت میری صرف ایک بیٹی تھی۔ دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعے پر بھی آپ کی ایک ہی بیٹی تھی۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اتنا فضل کیا کہ میری اولاد بہت زیادہ ہوگئی۔ حضرت سعدؓ نے مختلف اوقات میں نو شادیاں کیں اور ان سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو چونتیس بچوں سے نوازا جن میں سترہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں تھیں۔ (ماخوذ از روشن ستارے، جلد 2، صفحہ 98-99)(الاصابہ، جلد 5، صفحہ 219، عمر بن سعد بن ابی وقاص، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت سعد بن وقاصؓ کا یہ ذکر اب ختم ہوا۔ آئندہ ان شاء اللہ دوسرے صحابہ کا ذکر شروع ہوگا۔

آج میں نماز کے بعد کچھ جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا جو جنازہ ہے وہ مکرم صفدر علی گجر صاحب کا ہے جو شعبہ ضیافت مسجد فضل میں رضا کار کے طور پر خدمات انجام دے رہے تھے۔ 25/جولائی کو بوجہ ہارٹ اٹیک ان کی وفات ہوئی۔ چند روز ہسپتال میں داخل رہے۔ اناسی سال ان کی عمر تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ خدا کے فضل سے موصی تھے۔ انہوں نے تیس سال تک شعبہ ضیافت یوکے میں بطور والنٹیئر خدمت کی توفیق پائی اور آخر دم تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں، کارکنان اور احباب جماعت کی بھی بے مثال خدمت اور ضیافت کی توفیق پاتے رہے۔ اس کے علاوہ مرحوم نے ایک لمبا عرصہ تک الفضل انٹرنیشنل اور اخبار احمدیہ کی پیکنگ و پوسٹنگ میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ بڑا لمبا عرصہ ان کا اسائلم کیس لٹکا رہا اور جب ایک لمبے عرصے کے بعد اسائلم کیس پاس ہوا اور ان کی فیملی کے یوکے آنے کے سامان ہوئے تو اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا کرتے تھے اور کبھی شکوہ نہیں کیا کہ اتنا لمبا عرصہ ان کو اکیلا رہنا پڑا۔ مرحوم خلافت کے شیدائی تھے اور ہمیشہ اسی دَر پر فدا رہے بلکہ ایسے شیدائی تھے کہ مَیں کہوں گا کہ ایسے تھے کہ وہ دوسروں کیلئے ایک مثال تھے۔ احباب جماعت اور اپنے رحمی رشتے داروں سے محبت اور عزت کا تعلق بھی رکھنے والے تھے۔ انتہائی دعا گو، نمازوں کے پابند، خدمت گار، ہردلعزیز اور بہت شفیق طبیعت کے مالک تھے۔ پنجابی کے شاعر بھی تھے اور اپنی خوش الحان آواز کی وجہ سے احباب جماعت میں مقبول تھے۔ مرحوم کو جلسہ سالانہ پر عوام میں نظم پڑھنے کی وجہ سے بہت پسند کیا جاتا تھا۔ مرحوم کا تعلق لاہور کی معروف جماعت ہانڈو گجر سے تھا۔ مرحوم نے اپنے پیچھے اہلیہ کے علاوہ چار بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب لکھتے ہیں کہ صفدر علی صاحب بہت سادہ مزاج تھے۔ مخلص اور بے لوث خدمت سلسلہ کرنے والے انتھک خادمِ سلسلہ تھے۔ کہتے ہیں ان کی تین غیر معمولی خصوصیات ہیں جنہوں نے میرے دل میں ان کی محبت بڑھائی۔ پہلی یہ کہ ان میں اللہ کا شکر بہت تھا۔ باوجود محدود وسائل کے بات بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کیا کرتے تھے۔ دوسرے خلیفہ وقت اور خلافت سے محبت دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ کہتے ہیں مجھے نہیں یاد کہ کبھی مختصر سی ملاقات بھی ہوئی ہو اور اس میں انہوں نے خلافت سے محبت کے تعلق کا اظہار نہ کیا ہو۔ تیسرے یہ کہ خدمت دین جو ہے وہ دلی محبت کے ساتھ کرتے اور اس کو سعادت سمجھتے تھے۔

ان کی بیٹی تحسین صاحبہ لکھتی ہیں کہ زندگی کے ہر لمحے میں انہوں نے دوسروں کو سکھ دیا۔ ان کے کسی جاننے والے کو یا مسجد میں کسی کو بھی پریشانی ہوتی تھی تو وہ گھر میں ہم سب کو اس کا نام بتا کر دعا کیلئے کہتے تھے۔ ہر حال میں اللہ کا شکر کرتے تھے۔ دوسروں سے نیکی کر کے اس کا شکریہ ادا کرتے تھے کہ آپ نے مجھے نیکی کا موقع دیا۔ پھر کہتی ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ تم دونوں بہنیں مجھے اس لیے بھی بڑی پیاری ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو بیٹیوں کی عزت کرے گا اس کو جنت میں میرا ساتھ ملے گا۔ کہتی ہیں کہ انہوں نے ہمیں بہت محبت کے ساتھ عزت و احترام بھی بہت دیا۔ دوسری بیٹی رضیہ صاحبہ ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ ہمیشہ ہمارے والد خلافت کی اطاعت اور محبت کی تلقین کرتے تھے اور خود بھی خلافت سے محبت کا بہت بڑا نمونہ تھے۔ کہتی ہیں کہ جو بھی ان کی تعزیت کیلئے آتا ہے وہ یہی کہتا ہے کہ ہمیں لگتا تھا کہ ہم سے زیادہ پیار کرتے ہیں لیکن وہ سب سے ہی پیار کرتے تھے۔ ہمیں لگتا تھا کہ وہ مسجد میں قریب قریب کے لوگوں سے ہی تعلق نبھاتے ہیں لیکن ہر کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ وہ ہمارے خاندان کا حصہ تھے۔ دور دور کے لوگوں کے بھی کام کرتے تھے اور ان سے تعلق نبھانے والے تھے۔ یہ ان کی بے لوث محبت اور خدمت کی وجہ سے ہے جو لوگوں نے ان کے ساتھ اس طرح اظہار کیا ہے۔ مجھے بھی بہت سے خطوط ان کے بارے میں لوگوں نے لکھے ہیں اور ہر خط سے یہی لگتا ہے کہ ان کا ہر ایک سے ذاتی تعلق، پیار اور اخلاص کا تعلق تھا۔ کم ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس طرح ہر طبقے میں ہردلعزیز ہوں اور اسی طرح ان کی ہر مجلس میں ہر لکھنے والے نے یہی لکھا ہے کہ ان کی باتوں کا محور خلافت اور اس سے تعلق ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ دے۔ ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیوں اور دعاؤں کا وارث بنائے۔ ان کی اہلیہ صاحبہ کو صحت دے۔ صبر اور سکون عطا فرمائے۔ ان کی اہلیہ بھی لمبے عرصے سے بیمار ہیں۔ ان کی بھی انہوں نے بڑے اخلاص، پیار اور محبت سے بہت خدمت کی ہے اور اپنے تمام کاموں اور فرائض کے ساتھ خدمت کی ہے۔ خدمت تو لنگر خانے میں دارالضیافت میں بھی کرتے تھے اور ایک وقفِ زندگی سے بڑھ کر خدمت کا ان میں جذبہ تھا اور ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے گھریلو فرائض بھی نبھائے اور اسی طرح زبان نہ آنے کے باوجود انگریز ہمسایوں کی بھی خدمت کیا کرتے تھے۔ ان سے بھی تعلق رکھا اور انہوں نے بھی ان کی بہت تعریفیں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرمہ عفت نصیر صاحبہ کا ہے جو مکرم پروفیسر نصیر احمد خان صاحب کی اہلیہ تھیں۔ 3/مئی کو ستانوے سال کی عمر میں حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ ان کی شادی 1951ء کو مرحوم پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب سے ہوئی تھی۔ بچوں میں، لواحقین میں ان کی ایک بیٹی عائشہ نصیر صاحبہ ہیں جو ڈاکٹر عنایت اللہ منگلا صاحب امریکہ کی اہلیہ ہیں۔ بیٹوں میں ظہیر احمد خان ہیں اور ڈاکٹر منیر احمد خان ہیں اور ان کے یہ دونوں بیٹے خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں بیاہے گئے ہیں۔ ان کے ایک پوتے بصیر احمد خان واقف زندگی ہیں اور اس وقت بڑے احسن رنگ میں ایم ٹی اے میں ٹرانسمشن میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ یہاں پڑھائی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے آپ کو وقف کے لیے پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ان کی دعاؤں کا وارث بنائے۔

ان کے بیٹے لکھتے ہیں کہ جب ہم چھوٹے تھے تو والدہ کے ساتھ ہی سوتے تھے اور ہماری اکثر رات کو آنکھ کھلتی تھی تو تہجد کی نماز میں رو رو کر دعا کر رہی ہوتی تھیں۔ یہی بات ان کی بیٹی نے بھی لکھی ہے۔ قرآن کریم کی باقاعدہ تلاوت کرتی تھیں اور ہم بچوں پر بھی لازمی تھا کہ صبح تلاوت کر کے سکول جائیں۔ اس کے بغیر اجازت نہیں۔ شروع میں، ساٹھ کی دہائی میں یہ لاہور میں بھی رہی ہیں۔ وہاں جنرل سیکرٹری لجنہ کے طور پر ماڈل ٹاؤن میں خدمات سرانجام دیتی رہیں۔ 28 سال تک صدر لجنہ دارالنصر غربی کی خدمت سرانجام دی اور اس وقت وسائل بھی تھوڑے ہوتے تھے اور پھیلے ہوئے محلے تھے، سواریاں نہیں تھیں۔ پیدل ہی دور دور کے علاقوں میں، دارالنصر کا جو محلہ تھا دریا تک پھیلا ہوا

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ وطن سے محبت ایک حقیقی مسلمان کے ایمان کا جزو ہے......یہی آپ کا بھی مطمحِ نظر ہونا چاہئے

(خصوصی پیغام برموقع مجلس شوریٰ بھارت 2020)

طالب دعا : افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، صوبہ اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو معاشرے کیلئے مثبت اور نافع الناس وجود بنائے، ملک وقوم کی خدمت اور اسکے قوانین کی پابندی میں عمدہ نمونہ پیش کرے

(خصوصی پیغام برموقع مجلس شوریٰ بھارت 2020)

طالب دعا : عبدالرحمن خان (جماعت احمدیہ پنکال، صوبہ اُڈیشہ)

تھا وہاں تک خود جایا کرتی تھیں۔ پھر جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے احباب جماعت کو یہ تحریک فرمائی کہ اپنے تمام غیر احمدی رشتے داروں اور کمزور احمدیوں کو خطوط لکھے جائیں تو اس میں انہوں نے بھی اپنے رشتے داروں کو بے شمار خطوط لکھے۔

کسی نہ کسی بہانے غریب عزیزوں اور محلہ داروں کی مدد کرتی رہتیں اور خاص طور پر رمضان کے دنوں میں ضرور انہیں کچھ نہ کچھ پکا کر بھیجتی رہتیں۔ ہمیشہ یہ کوشش ہوتی تھی کہ لوگوں کو آپس میں جوڑیں اور پھٹنے سے بچائیں۔ ان کی بیٹی عائشہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ ایک واقف زندگی کے ساتھ بہت ہی خندہ پیشانی کے ساتھ زندگی گزاری اور ہماری تعلیم و تربیت کو اپنا اولین فرض سمجھتی تھیں اور اس کے ساتھ دعائیں بھی بہت کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد اور نسلوں کو بھی ان کی نیک خواہشات کو پورا کرنے والا اور دعاؤں کا وارث بنائے۔

اگلا جنازہ مکرم عبدالرحیم ساقی صاحب کا ہے جو جنرل سیکرٹری آفس یوکے کے کارکن تھے۔ 31 مارچ کو وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ 31 دسمبر 1934ء کو موضع رائے پور ریاست نابھہ ہندوستان میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد کا نام رحمت علی تھا۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے والد مرحوم کے تایا جان چودھری کریم بخش صاحب نمبردار جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے ان کے ذریعہ سے آئی تھی۔ عبدالرحیم ساقی صاحب مرحوم کے والد کی خالہ زاد اور تایا زاد بہن رحیمن بی بی صاحبہ صحابیہ اہلیہ مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری رشتہ میں آپ کی پھوپھی بھی لگتی تھیں۔ ساقی صاحب مرحوم کو 1958ء سے لے کر 1968ء تک دس سال بطور سیکرٹری مال اور قائد مجلس خدام الاحمدیہ تخت ہزارہ خدمت کی توفیق ملی۔ پارٹیشن کے بعد یہ تخت ہزارے آ کر آباد ہو گئے تھے۔ اس کے بعد 1968ء میں جماعت احمدیہ تخت ہزارہ کے امیر مقرر کیے گئے اور جولائی 1974ء تک بطور امیر جماعت خدمت بجالانے کی توفیق ملی۔ 13 جولائی 1974ء کو تخت ہزارہ کے غیر احمدی شرپسند ٹولے نے اردگرد کے علاقوں میں سے غنڈوں اور معاندین احمدیت کے بہت بڑے مسلح جتھے کو جمع کر کے احمدیوں کے خلاف فسادات برپا کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مسجد کے ایک حصے کو آگ لگا کر اس پر قبضہ کر لیا۔ مہمان خانے کو مکمل طور پر جلا دیا۔ ساقی صاحب کی کریانہ کی دکان تھی اس کو لُوٹ کر آگ لگا دی۔ اسی طرح آپ کی ایک دوسری کپڑے کی دکان تھی اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ گھروں کو نذرِ آتش کر دیا اور یہ بھی اندر ہی تھے اور دھوئیں کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔ بے ہوشی کی حالت میں شرپسند ان کو اٹھا کے مسجد میں لے گئے اور لاؤڈ سپیکر سے اعلان کر دیا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور توبہ کر لی ہے تا کہ دوسرے احمدی بھی جماعت سے منحرف ہو جائیں۔ بہرحال جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے دیکھا کہ برچھیوں اور نیزوں کے نرغے میں یہ بیٹھے ہیں اور اس کا ان کے ذہن پہ بڑا اثر ہوا۔ پھر وہاں سے ان کو بچوں نے ہی اس وجہ سے لاہور ان کے کسی عزیز کے پاس بھجوا دیا۔ وہاں ان کا علاج ہوا اور یہ وہاں رہے۔ پھر لاہور میں ہی ایک جماعت میں جہاں سیٹل (settle) ہوئے تھے، جا کے دوبارہ آباد ہوئے۔ انہوں نے کاروبار شروع کیا اور اپنے عزیز کے ملحقہ مکان کے ملحقہ حصہ میں نماز کا سینٹر بنایا۔ باجماعت نمازوں کے قیام کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی۔ سینکڑوں بچوں کو اور لوگوں کو قرآن کریم پڑھایا۔

پھر نومبر 2000ء میں یہ ہجرت کر کے لندن آ گئے۔ یہاں اس کے بعد 2020ء تک نیشنل جنرل سیکرٹری آفس یوکے میں رضاکارانہ طور پر باقاعدگی کے ساتھ خدمات سرانجام دیتے رہے اور واقفینِ زندگی سے بڑھ کر وقت کے پابند تھے۔ پہلے دفتر پہنچتے تھے تا کہ کسی کو انتظار نہ کرنا پڑے بلکہ بعض دفعہ دفتر آنے سے پہلے اگر کبھی ناشتے میں دیر ہو گئی تو ناشتہ کیے بغیر آ جایا کرتے تھے اور پھر ان کی یہ خوبی تھی کہ ان کے بچوں نے لکھا ہے کہ روزانہ قرآن کریم کے تین سپارے تلاوت کیا کرتے تھے۔ خلافت کے ساتھ بڑی عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ بچوں اور بڑوں کو ہمیشہ خلافت کے ساتھ وابستہ رہنے اور خلیفۂ وقت کا ادب اور کامل وفا کے ساتھ اطاعت کرنے کی طرف بڑے درد کے ساتھ نصائح کیا کرتے تھے۔ واقفین اور خاص طور پر مربیان کا دلی احترام اور ان کے ساتھ محبت کرنے والے وجود تھے۔ تقریباً ساٹھ سال سے زائد عرصہ رضاکارانہ طور پر خدمت دینیہ بجالانے کی ان کو توفیق ملی۔ ان کے بیٹے خالد محمود صاحب کولیئرز ووڈ (Colliers Wood) کے صدر جماعت بھی ہیں۔ مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد اور ان کی نسل کو بھی ان کی نیک خواہشات کو پورا کرنے والا بنائے۔

اگلا جنازہ جو پڑھاؤں گا وہ سعید احمد سہگل صاحب کا ہے۔ یہ ہمارے پی ایس دفتر میں شعبہ ڈسپیچ (dispatch) میں رضاکار تھے۔ ان کی 12 اپریل کو نوّے سال کی عمر میں وفات ہوئی ہے۔ دو بیٹے اور دو بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ مرحوم کا بچپن قادیان میں گزرا۔ ابتدائی تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔ لمبا عرصہ یہاں پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر کے ڈسپیچ سیکشن میں بطور رضاکار خدمت کی توفیق پائی۔ بڑے پڑھے لکھے علم دوست شخص تھے۔ دنیاوی علم کے ساتھ ساتھ قرآن کریم اور جماعتی مسائل کا بھی خوب علم رکھتے تھے۔ نمازوں کے پابند اور خلافت کے شیدائی تھے۔ بہت عاجز اور شرافت کا ایک نمونہ تھے۔ اپنے حلقے میں بہت ہر دلعزیز تھے۔ مَیں نے دیکھا ہے جب بھی ملے تو انتہائی عاجزی سے اور ان کو بڑا درد ہوتا تھا کہ ان کی اولاد بھی اسی طرح جماعت سے تعلق رکھنے والی ہو۔ اسلم خالد صاحب لکھتے ہیں کہ آپ خاص علمی مزاج رکھتے تھے۔ اکثر دوپہر کے کھانے پر مختلف موضوعات پر سیر حاصل گفتگو فرماتے اور خاص طور پر عیسائیت اور یہودیت پر گہرا علم تھا۔ ہمارے دفتر کے کارکن بشیر صاحب لکھتے ہیں کہ آخری عمر میں بھی کوشش رہی کہ جماعتی خدمت کریں۔ ایک دفعہ بتایا کہ کسی کام کی غرض سے مسجد آ رہے تھے کہ چکر آ گیا اور نیچے گر گئے اور چوٹ بھی لگی لیکن اس کے باوجود دفتر ضرور آتے تھے حالانکہ کافی دور سے پیدل آنا پڑتا تھا تا کہ خدمت کا موقع ہاتھ سے نہ جائے۔ اپنا بڑا مکان بیچ کر مسجد کے قریب فلیٹ لے لیا تھا تا کہ آنے جانے میں آسانی رہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کے حق میں بھی ان کی دعائیں قبول فرمائے۔

......☆......☆......☆......

مُلکی رپورٹیں

ہفتہ قرآن کریم

☆ جماعت احمدیہ کا کنور ضلع بلاری (صوبہ کرناٹک) میں مورخہ یکم تا 7 جولائی 2020 کو ہفتہ قرآن کریم منعقد کیا گیا۔ ساتوں دن مکرم جی امین صاحب صدر جماعت احمدیہ کا کنور کی زیر صدارت جلسہ منعقد ہوا۔ روزانہ تلاوت قرآن کریم کے علاوہ ایک نظم اور قرآن مجید کے متعلق ایک تقریر ہوئی۔ اختتامی تقریب میں خاکسار نے قرآن کریم کی اہمیت و برکات کے موضوع پر تقریر کی۔ صدارتی خطاب اور دعا کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

(ایم اقبال احمد، معلم سلسلہ کا کنور، بلاری)

☆ جماعت احمدیہ سورب ضلع شموگہ (صوبہ کرناٹک) میں مورخہ 4 تا 10 جولائی 2020 ہفتہ قرآن کریم منعقد کیا گیا۔ روزانہ قرآن مجید کے فضائل کے متعلق جلسے ہوئے۔ اختتامی تقریب مکرم ایم خلیل احمد صاحب امیر ضلع شموگہ و چتر درگ کی زیر صدارت منعقد ہو۔ تلاوت قرآن کریم مکرم فرید احمد صاحب نے کی۔ نظم عزیزم سلیم احمد عدنان نے خوش الحانی سے پڑھی۔ بعدہ خاکسار نے قرآن مجید کی اہمیت و برکات کے موضوع پر تقریر کی۔ صدارتی خطاب اور دعا کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ (جاوید احمد سنوری، معلم سلسلہ سورب)

☆ جماعت احمدیہ تاراکوٹ (صوبہ اُڈیشہ) میں مورخہ 11 تا 17 جولائی 2020 ہفتہ قرآن کریم منعقد کیا گیا۔ کووڈ 19 کے قواعد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اجلاسات منعقد کیے گئے۔ ان اجلاسات میں فضائل قرآن مجید، قرآن مجید اور امنِ عالم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق قرآن، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق قرآن وغیرہ موضوعات پر تقاریر ہوئیں۔ اس موقع پر افراد جماعت کے گھروں میں مجالس سوال و جواب، ترتیل قرآن اور تلاوت قرآن مجید کی کلاسز بھی منعقد ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کے بہتر نتائج ظاہر فرمائے۔ آمین۔

(شیخ علی قادر معلم سلسلہ تاراکوٹ)

☆ جماعت احمدیہ شاہ پور ضلع یادگیر (صوبہ کرناٹک) میں مورخہ 19 تا 25 جولائی 2020 کو ہفتہ قرآن کریم منایا گیا۔ یہ اجلاسات مکرم محمد مصطفیٰ لاڈجی صاحب سیکرٹری اصلاح و ارشاد شاہ پور کی زیر صدارت منعقد ہوئے جن میں تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد قرآن مجید کے محاسن اور خوبیوں کے متعلق تقاریر ہوئیں۔

(ایم مقبول احمد، مبلغ سلسلہ شاہ پور)

☆ جماعت احمدیہ یادگیر (صوبہ کرناٹک) میں ماہ جولائی میں یادگیر کے سات محلہ جات میں ہفتہ قرآن مجید کے اجلاسات منعقد کیے گئے۔ خاکسار نے محلہ شانتی نگر اور کھاری باؤلی میں منعقدہ جلسوں میں قرآن مجید کی اہمیت و برکات اور عظمت کے موضوع پر تقریر کی۔ (سمیر احمد، مبلغ انچارج یادگیر و گلبرگہ)

☆ جماعت احمدیہ پونہ (صوبہ مہاراشٹرا) میں مورخہ 9 تا 15 اگست 2020 گوگل میٹ ایپ کے ذریعہ آن لائن ہفتہ قرآن مجید منایا گیا۔ اس حوالے سے تلاوت قرآن کریم کے یوٹیوب لنکس، درس القرآن کی آڈیو اور قرآن مجید کی اہمیت و برکات کے متعلق اقتباسات روزانہ احباب و مستورات کی خدمت میں ارسال کیے گئے۔ نیز ہر روز علاقہ وائز آن لائن اجلاس بھی منعقد ہوا جس میں تلاوت قرآن مجید، نظم، حدیث، اقتباس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بعد ایک تقریر قرآن مجید کے متعلق ہوئی۔ (حلیم خان شاہد، مبلغ سلسلہ پونہ)

☆ جماعت احمدیہ ورنگل (صوبہ تلنگانہ) کی تمام جماعتوں میں ماہ جولائی میں ہفتہ قرآن کریم منعقد کیا گیا۔ امسال کورونا کی وبا کی وجہ سے معلمین کرام نے گھر گھر جا کر ہفتہ قرآن کریم کے اجلاسات منعقد کیے۔ نیز مسجد میں اطفال و ناصرات کی قرآن کریم کی کلاس بھی لگائی گئی۔ اللہ تعالیٰ اس کے بابرکت نتائج ظاہر فرمائے۔ آمین۔

(محمد اکبر، انچارج ضلع ورنگل)

کٹک میں نماز عیدالاضحیٰ کی ادائیگی

مورخہ 1 اگست 2020 کو ضلع کٹک (صوبہ اُڈیشہ) کی تمام جماعتوں میں کورونا وائرس کی وبا کی وجہ سے افراد جماعت نے اپنے اپنے گھروں میں نماز عید ادا کی۔ اس سے قبل مرکزی ہدایات اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا عید الاضحیٰ کا خطبہ افراد جماعت کو پہنچایا گیا۔ افراد جماعت نے اپنے گھروں میں 31 جولائی کو ایم ٹی اے پر سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا لائیو خطبہ عیدالاضحیٰ سنا۔ (حلیم احمد، مبلغ انچارج کٹک)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

مذہبی امور میں آزادی ہونی چاہئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (البقرۃ: 257) کہ دین میں کسی قسم کی زبردستی نہیں ہے

(ملفوظات، جلد 4، صفحہ 366)

طالبِ دُعا: سید ادریس احمد (جماعت احمدیہ ترپورہ، صوبہ تامل ناڈو)

نبیوں کا سردارؐ

(از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کی وفات کے بعد تبلیغ میں رُکاوٹیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر طائف

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اب ابو طالب کے مصالحانہ اثر سے محروم ہوگئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کی ساتھی حضرت خدیجہؓ بھی آپ سے جدا ہوگئیں۔ اِن دونوں کی وفات سے طبعی طور پر اُن لوگوں کی ہمدردیاں بھی آپ سے اور آپ کے صحابہؓ سے کم ہوگئیں جو ان کے تعلقات کی وجہ سے ظالموں کو ظلم سے روکتے رہتے تھے۔ ابو طالب کی وفات کے تازہ صدمہ کی وجہ سے اور ابو طالب کی وصیت کی وجہ سے چند دن آپ کے شدید دشمن اور ابو طالب کے چھوٹے بھائی ابولہب نے آپ کا ساتھ دیا۔ لیکن جب مکہ والوں نے اس کے جذبات کو یہ کہہ کر اُبھارا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو تمام اُن لوگوں کو جو توحید الٰہی کے قائل نہیں مجرم اور قابل سزا سمجھتا ہے تو اپنے آباء کی غیرت کے جوش میں ابولہب نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور عہد کیا کہ وہ آئندہ پہلے سے بھی زیادہ آپ کی مخالفت کرے گا۔ محصوری کی زندگی کی وجہ سے چونکہ تین سال تک لوگ اپنے رشتہ داروں سے جدا رہے تھے اس لئے تعلقات میں ایک سردی پیدا ہوگئی تھی۔ مکہ والے مسلمانوں سے قطع کلامی کے عادی ہو چکے تھے اِس لئے تبلیغ کا میدان محدود ہو گیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ حالت دیکھی تو آپ نے فیصلہ فرمایا کہ وہ مکہ کی بجائے طائف کے لوگوں کو جا کر اسلام کی دعوت دیں۔ آپ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ مکہ والوں کی مخالفت نے اِس ارادہ کو اَور بھی مضبوط کر دیا۔ اوّل تو مکہ والے بات سنتے ہی نہیں تھے دوسرے اب انہوں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گلیوں میں چلنے ہی نہ دیتے۔ جب آپ باہر نکلتے آپ کے سر پر مٹی پھینکی جاتی تا کہ آپ لوگوں سے مل ہی نہ سکیں۔ ایک دفعہ اسی حالت میں واپس لوٹے تو آپ کی ایک بیٹی آپ کے سر پر مٹی ہٹاتے ہوئے رونے لگی۔ آپ نے فرمایا آؤ میری بچی! رو نہیں کیونکہ یقیناً خدا تمہارے باپ کے ساتھ ہے۔

آپ تکالیف سے گھبراتے نہ تھے، لیکن مشکل یہ تھی کہ لوگ بات سننے کو تیار نہ تھے۔ جہاں تک تکالیف کا سوال ہے آپ اُن کو ضروری سمجھتے تھے بلکہ آپ کیلئے سب سے زیادہ تکلیف کا دن تو وہ ہوتا تھا جب کوئی شخص آپ کو تکلیف نہیں دیتا تھا۔ لکھا ہے کہ ایک دن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی گلیوں میں تبلیغ کیلئے نکلے مگر اُس دن کسی منصوبہ کے تحت کسی شخص نے آپ سے کلام نہ کیا اور نہ آپ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف دی نہ کسی غلام نے نہ کسی آزاد نے۔ تب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صدمہ اور غم سے خاموش لیٹ گئے۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا جاؤ اور اپنی قوم کو پھر اور پھر اور پھر ہوشیار کرو اور ان کی عدمِ توجہی کی پرواہ نہ کرو۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات گراں نہ گزرتی تھی کہ لوگ آپ کو دکھ دیتے تھے لیکن خدا کا نبی جو دنیا کو ہدایت دینے کیلئے مبعوث ہوا تھا وہ اس بات کو کب برداشت کر سکتا تھا کہ لوگ اُس سے بات ہی نہ کریں اور اس کی بات سننے کیلئے تیار ہی نہ ہوں۔ ایسی بیکار زندگی اس کیلئے سب سے زیادہ تکلیف دہ تھی۔ پس آپ نے پختہ فیصلہ کر لیا کہ اب آپ طائف کی طرف جائیں گے اور طائف کے لوگوں کو خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں گے اور خدا تعالیٰ کے نبیوں کیلئے یہی مقدر ہوتا ہے کہ وہ اِدھر سے اُدھر مختلف قوموں کو مخاطب کرتے پھریں۔ حضرت موسیٰ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، کبھی وہ آلِ فرعون سے مخاطب ہوا تو کبھی آلِ اسحاق سے اور کبھی مدین کے لوگوں سے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی تبلیغ کے شوق میں کبھی جلیل کے لوگوں، کبھی یردن پار کے لوگوں، کبھی یروشلم کے لوگوں، اور کبھی اور دوسرے لوگوں کو مخاطب کرنا پڑا۔ جب مکہ کے لوگوں نے باتیں سننے سے ہی انکار کر دیا اور یہ فیصلہ کر لیا کہ مارو اور پیٹو مگر بات بالکل نہ سنو، تو آپ نے طائف کی طرف رُخ کیا۔ طائف مکہ سے کوئی ساٹھ میل کے قریب جنوب مشرق کی طرف ایک شہر ہے جو اپنے پھلوں اور اپنی زراعت کی وجہ سے مشہور ہے۔ یہ شہر بت پرستی میں مکہ والوں سے کم نہ تھا۔ خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں کے سِوا لات نامی ایک مشہور بت طائف کی اہمیت کا موجب تھا جس کی زیارت کیلئے عرب کے لوگ دُور دُور سے آتے تھے۔ طائف کے لوگوں کی مکہ سے بہت رشتہ داریاں بھی تھیں اور طائف اور مکہ کے درمیان کے سرسبز مقامات میں مکہ والوں کی جائدادیں بھی تھیں۔ جب آپ طائف پہنچے تو وہاں کے رؤساء آپ سے ملنے کیلئے آنے شروع ہوئے لیکن کوئی شخص حق کو قبول کرنے کیلئے تیار نہ ہوا۔ عوام الناس نے بھی اپنے رؤساء کی اتباع کی اور خدا کے پیغام کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ دنیا داروں کی نگاہ میں بے سامان اور بے مددگار نبی حقیر ہی ہوا کرتا ہے وہ تو اسلحہ اور فوجوں کی آواز سننا جانتے ہیں آپ کی نسبت باتیں تو پہنچ ہی چکی تھیں جب آپ طائف پہنچے اور انہوں نے دیکھا کہ بجائے اس کے کہ آپ کے ساتھ کوئی فوج اور جتھا ہوتا آپ صرف زید ہی کی ہمراہی میں طائف کے مشہور حصوں میں تبلیغ کرتے پھرتے ہیں تو دل کے اندھوں نے اپنے سامنے خدا کا نبی نہیں بلکہ ایک حقیر اور دھتکارا ہوا انسان پایا اور سمجھے کہ شاید اِس کو دکھ دینا اور تکلیف پہنچانا قوم کے رؤساء کی نظروں میں ہم کو معزز کر دے گا۔ وہ ایک دن جمع ہوئے، کتے انہوں نے اپنے ساتھ لئے، لڑکوں کو اُکسایا اور پتھروں سے اپنی جھولیاں بھر لیں اور بیدردی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھراؤ کرنا شروع کیا۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہر سے دھکیلتے ہوئے باہر لے گئے۔ آپ کے پاؤں لہولہان ہوگئے اور زیدؓ آپ کو بچاتے ہوئے سخت زخمی ہوئے مگر ظالموں کا دل ٹھنڈا نہ ہوا وہ آپ کے پیچھے چلتے گئے اور چلتے گئے جب تک شہر سے کئی میل دُور کی پہاڑیوں تک آپ نہ پہنچ گئے اُنہوں نے آپکا پیچھا نہ چھوڑا۔ جب یہ لوگ آپ کا پیچھا کر رہے تھے تو آپ اِس ڈر سے کہ خدا تعالیٰ کا غضب ان پر نہ بھڑک اُٹھے آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھتے اور نہایت الحاح سے دعا کرتے۔ الٰہی! اِن لوگوں کو معاف کر کہ یہ نہیں جانتے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔

زخمی، تھکے ہوئے اور دنیا کے لوگوں کی طرف سے دھتکارے ہوئے آپ ایک انگورستان کے سایہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ یہ انگورستان مکہ کے دو سرداروں کا تھا۔ یہ سردار اُس وقت اِس انگورستان میں تھے پُرانے اور شدید دشمن جنہوں نے دس سال تک آپ کی مخالفت میں اپنی زندگی گزاری تھی شاید اُس وقت اِس بات سے متأثر ہو گئے کہ ایک مکہ کے آدمی کو طائف کے لوگوں نے زخمی کیا ہے یا شاید وہ گھڑی ایسی گھڑی تھی جب نیکی کا بیج اُن کے دلوں میں سر اُٹھا رہا تھا اُنہوں نے ایک تھال انگوروں کا بھرا اور اپنے غلام عداس کو کہا کہ جاؤ اور اِن مسافروں کو اسے دو۔ عداس نینوا کا رہنے والا ایک عیسائی تھا۔ جب اُس نے یہ انگور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے اور آپ نے یہ کہتے ہوئے اُن انگوروں کو لیا کہ خدا کے نام پر جو بے انتہاء کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے میں یہ لیتا ہوں تو عیسائیت کی یاد اُسکے دل میں پھر تازہ ہوگئی۔ اُس نے محسوس کیا کہ اُسکے سامنے خدا کا ایک نبی بیٹھا ہے جو اسرائیلی نبیوں کی سی زبان میں باتیں کرتا ہے۔ اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ جب اُس نے کہا نینوا کا۔ تو آپ نے فرمایا وہ نیک انسان یونس جو متی کا بیٹا تھا اور نینوا کا باشندہ وہ میری طرح خدا کا ایک نبی تھا۔ پھر آپ نے اُس کو اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کی۔ عداس کی حیرانی چند ہی لمحوں میں تعجب سے بدل گئی۔ تعجب ایمان میں تبدیل ہوگیا اور تھوڑی ہی دیر میں وہ اجنبی غلام آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گیا اور آپ کے سر اور ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دینے لگا۔ عداس کی باتوں سے فارغ ہو کر آپ اللہ تعالیٰ کی طرف مخاطب ہوئے اور آپ نے خدا سے یوں دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَ هَوَ انِيْ عَلَى النَّاسِ يَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَاَنْتَ رَبِّيْ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ اِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِيْ اَمْ اِلٰى عَدُوٍّمَلَّكْتَهٗ اَمْرِيْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ بِكَ عَلَيَّ غَضَبٌ فَلَا اُبَالِيْ وَلٰكِنْ عَافِيَتُكَ هِيَ اَوْسَعُ لِيْ۔ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمٰتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْ اَنْ تُنَزِّلَ بِيْ غَضَبَكَ اَوْيَحِلَّ عَلَيَّ سَخَطُكَ لَكَ الْعُقْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِكَ یعنی اے میرے ربّ! میں تیرے ہی پاس اپنی کمزوریوں اور اپنے سامانوں کی کمی اور لوگوں کی نظروں میں اپنے حقیر ہونے کی شکایت کرتا ہوں۔ لیکن تو غریبوں اور کمزوروں کا خدا ہے اور تو میرا بھی خدا ہے تو مجھے کس کے ہاتھوں میں چھوڑے گا۔ کیا اجنبیوں کے ہاتھوں میں جو مجھے اِدھر اُدھر دھکیلتے پھریں گے یا اُس دشمن کے ہاتھ میں جو میرے وطن میں مجھ پر غالب ہے۔ اگر تیرا غضب مجھ پر نہیں تو مجھے اِن دشمنوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ تیرا رحم میرے ساتھ ہے اور تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیرے چہرہ کی روشنی میں پناہ چاہتا ہوں۔ یہ تیرا ہی کام ہے کہ تو تاریکی کو دنیا سے بھگا دے اور اِس دنیا اور اگلی دنیا میں امن بخشے۔ تیرا غصہ اور تیری غیرت مجھ پر نہ بھڑکیں۔ تو اگر ناراض بھی ہوتا ہے تو اس لئے کہ پھر خوشی کا اظہار کرے اور تیرے سوا کوئی حقیقی طاقت اور کوئی حقیقی پناہ کی جگہ نہیں۔

یہ دعا مانگ کر آپ مکہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن درمیان میں نخلہ نامی مقام پر ٹھہر گئے۔ چند دن وہاں سستا کر پھر آپ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن عرب کے دستور کے مطابق لڑائی کی وجہ سے مکہ چھوڑ دینے کے بعد آپ مکہ کے باشندے نہیں رہے تھے اب مکہ والوں کا اختیار تھا کہ وہ آپ کو مکہ میں آنے دیتے یا نہ آنے دیتے اس لئے آپ نے مکہ کے ایک رئیس مطعم بن عدی کو کہلا بھیجا کہ میں مکہ میں داخل ہونا چاہتا ہوں کیا تم عرب کے دستور کے مطابق مجھے داخلہ کی اجازت دیتے ہو؟ مطعم باوجود شدید دشمن ہونے کے ایک شریف الطبع انسان تھا اُس نے اُسی وقت اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کو ساتھ لیا اور مسلح ہو کر کعبہ کے صحن میں جا کھڑا ہوا اور آپ کو پیغام بھیجا کہ وہ مکہ میں آپ کو آنے کی اجازت دیتا ہے۔ آپ مکہ میں داخل ہوئے کعبہ کا طواف کیا اور مطعم اپنی اولاد اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ تلواریں کھینچے ہوئے آپ کو آپ کے گھر تک پہنچانے کیلئے آیا۔ یہ پناہ نہیں تھی کیونکہ اسکے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم ہوتے رہے اور مطعم نے کوئی حفاظت آپ کی نہیں کی بلکہ یہ صرف مکہ میں داخلہ کی قانونی اجازت تھی۔

آپ کے اِس سفر کے متعلق دشمنوں کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ اِس سفر میں آپ نے بے نظیر قربانی اور استقلال کا نمونہ دکھایا ہے۔ سرولیم میور اپنی کتاب ''لائف آف محمد'' میں لکھتے ہیں:

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طائف کے سفر میں ایک شاندار اور شجاعانہ رنگ پایا جاتا ہے۔ اکیلا آدمی جس کی اپنی قوم نے اُس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور اُسے دھتکار دیا خدا کے نام پر بہادری کے ساتھ نینوا کے یوناہ نبی کی طرح ایک بت پرست شہر کو توبہ کی اور خدائی مشن کی دعوت دینے کیلئے نکلا۔ یہ امر اُس کے اِس ایمان پر کہ وہ اپنے آپ کو کلی طور پر خدا کی طرف سے سمجھتا تھا ایک بہت تیز روشنی ڈالتا ہے۔''

مکہ نے پھر ایذاء دہی اور استہزاء کے دروازے کھول دیئے۔ پھر خدا کے نبی کیلئے اُس کا وطن جہنم کا نمونہ بننے لگا۔ مگر اِس پر بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دلیری سے لوگوں کو خدا کی تعلیم پہنچاتے رہے۔ مکہ کے گلی کوچوں میں ''خدا ایک ہے خدا ایک ہے'' کی آوازیں بلند ہوتی رہیں۔ محبت سے، پیار سے، خیر خواہی سے، آپ مکہ والوں کو بت پرستی کے خلاف وعظ کرتے رہے۔ لوگ بھاگتے تھے تو آپ اُن کے پیچھے جاتے تھے۔ لوگ منہ پھیرتے تھے تو آپ پھر بھی باتیں سنائے چلے جاتے تھے۔ صداقت آہستہ آہستہ گھر کر رہی تھی۔ وہ تھوڑے سے مسلمان جو ہجرتِ حبشہ سے بچے ہوئے مکہ میں رہ گئے تھے وہ اندر ہی اندر اپنے رشتہ داروں، دوستوں، ساتھیوں اور ہمسائیوں میں تبلیغ کر رہے تھے۔ بعض کے دل ایمان سے منور ہو جاتے تھے تو عَلَی الْاِعْلَان اپنے مذہب کا اظہار کر دیتے تھے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ ماریں کھانے اور تکلیفیں اُٹھانے میں شریک ہو جاتے تھے۔ مگر بہت تھے جنہوں نے روشنی کو دیکھ تو لیا تھا مگر اُس کے قبول کرنے کی توفیق نہیں ملی تھی۔ وہ اُس دن کا انتظار کر رہے تھے جب خدا کی بادشاہت زمین پر آئے اور وہ اُس میں داخل ہوں۔ (جاری)

(نبیوں کا سردارؐ صفحہ 35 تا 47، مطبوعہ قادیان 2014ء)

......☆......☆......☆......

Alam Associates
Architect & Engineers
+91 9032667993
alamassociates18@gmail.com
22-7-269/1/2/B, Dewan Devdi, Hyderabad - 500002. (T.S.)
Mobile : 8978952048
lordsshoe.co@gmail.com
NEW Lords SHOE CO.
(WHOLESALE & RETAIL)
DEALERS IN : CHINA, DELHI & JALANDHAR LADIES AND GENTS SLIPPERS
16-10-27/105/82, Malakpet, Hyderabad - 500 036. Telangana.

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(71) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ایک عام عادت تھی کہ صبح کے وقت باہر سیر کو تشریف لے جایا کرتے تھے اور خدّام آپ کے ساتھ ہوتے تھے اور ایک ایک میل دو دو میل چلے جاتے تھے اور آپ کی عادت تھی کہ بہت تیز چلتے تھے مگر بایں ہمہ آپ کی رفتار میں پورا پورا وقار ہوتا تھا۔ حضور سیر پر جاتے ہوئے حضرت مولوی صاحب (خلیفہ اوّل) کو بھی ساتھ جانے کیلئے بلالیا کرتے تھے۔ لیکن چونکہ مولوی صاحب بہت آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر چلتے تھے اس لئے تھوڑی دور چل کر حضرت صاحب سے پیچھے رہ جاتے تھے۔ جب حضور کو پتا لگتا تھا تو مولوی صاحب کے انتظار کیلئے تھوڑی دیر سڑک پر ٹھہر جاتے تھے مگر مولوی صاحب پھر تھوڑی دور چل کر آپ سے پیچھے رہ جاتے تھے اور دو چار آدمی مولوی صاحب کے ساتھ ساتھ ہو جاتے تھے اور میں نے دیکھا ہے کہ حضرت صاحب سیر پر جاتے وقت نواب محمد علی خان صاحب کو بھی ساتھ لے جایا کرتے تھے اور کئی دفعہ آپ اپنے گھر سے باہر نکل کر چوک میں اپنے خدام کے ساتھ نواب صاحب کا انتظار کیا کرتے تھے اور بعض اوقات نواب صاحب کو آنے میں دیر ہو جاتی تھی تو آپ کئی کئی منٹ ان کے دروازہ کے سامنے چوک میں کھڑے رہتے تھے اور پھر ان کو ساتھ لے کر جاتے تھے اور سیر میں حضور کی اپنے خدام کے ساتھ گفتگو ہوا کرتی تھی اور حضور تقریر فرماتے جاتے تھے اور اخبار والے اپنے طور پر نوٹ کرتے جاتے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ عموماً سیر کیلئے بسراواں کے راستہ یا بوٹر کے راستہ پر جایا کرتے تھے۔ بعض اوقات اپنے باغ کی طرف بھی چلے جاتے تھے اور شہتوت بیدانہ وغیرہ تڑوا کر خدام کے سامنے رکھوا دیتے تھے۔ اور خود بھی کھاتے تھے۔ سیر میں جب ایسا ہوتا کہ کسی شخص کا قدم بے احتیاطی سے حضور کے عصا پر پڑ جاتا اور وہ آپ کے ہاتھ سے گر جاتا تو حضور کبھی منہ موڑ کر نہیں دیکھتے تھے کہ کس سے گرا ہے اور بعض اوقات جب جلسوں وغیرہ کے موقع پر سیر میں کثرت کے ساتھ لوگ حضور کے ساتھ ہو جاتے تھے تو بعض خدام خود بخود ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر حضور کے تین طرف ایک چکر سا بنا لیتے تھے تا کہ حضور کو تکلیف نہ ہو۔ مگر آخری جلسہ میں جو حضور کی زندگی میں ہوا جب حضور بوٹر (شمال) کی طرف سیر کیلئے نکلے تو اس کثرت کے ساتھ لوگ حضور کے ساتھ ہو گئے کہ چلنا مشکل ہو گیا لہٰذا حضور تھوڑی دور جا کر واپس آگئے۔ خاکسار کو یاد ہے کہ حضور ایک دفعہ بسراواں (مشرق) کے راستہ پر سیر کر کے واپس تشریف لا رہے تھے کہ راستہ میں قادیان سے جاتے ہوئے مرزا نظام الدین ملے جو حضور کے چچا زاد بھائی تھے مگر سخت مخالف تھے۔ وہ اس وقت گھوڑے پر سوار تھے حضور کو آتا دیکھ کر وہ گھوڑے سے اُتر آئے اور راستہ سے ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ جب آپ پاس سے گزرے تو انہوں نے ادب کے ساتھ جھک کر سلام کیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضور کو جب کوئی شخص ہاتھ اُٹھا کر پاس سے گذرتا ہوا سلام کرتا تھا تو حضور بھی اس کے جواب میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔

(72) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا درمیانہ قد تھا۔ رنگ گندمی تھا چہرہ بھاری تھا، بال سیدھے اور ملائم تھے۔ ہاتھ پاؤں بھرے بھرے تھے۔ آخری عمر میں بدن کچھ بھاری ہو گیا تھا۔ آپ کے رنگ ڈھنگ اور خط و خال میں ایک خداداد رعب تھا مگر آپ سے ملنے والوں کے دل آپ کے متعلق محبت سے بھر جاتے تھے اور کوئی مخفی طاقت لوگوں کو آپ کی طرف کھینچتی تھی۔ سینکڑوں لوگ مخالفت کے جذبات لے کر آئے اور آپ کا چہرہ دیکھتے ہی رام ہو گئے۔ اور کوئی دلیل نہیں پوچھی۔ رعب کا یہ حال تھا کہ کئی شقی بد ارادوں کے ساتھ آپ کے سامنے آتے تھے مگر آپ کے سامنے آکر دم مارنے کی طاقت نہ ملتی تھی۔

(73) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مردان کا کوئی آدمی میاں محمد یوسف صاحب مردانی کے ساتھ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول کے علاج کے واسطے یہاں قادیان آیا۔ یہ شخص سلسلہ کا سخت دشمن تھا اور بصد مشکل قادیان آنے پر رضامند ہوا تھا مگر اس نے میاں محمد یوسف صاحب سے یہ شرط کر لی تھی کہ قادیان میں مجھے احمدیوں کے محلہ سے باہر کوئی مکان لے دینا اور میں کبھی اس محلہ میں داخل نہیں ہوں گا۔ خیر وہ آیا اور احمدی محلہ سے باہر ٹھہرا اور حضرت مولوی صاحب کا علاج ہوتا رہا۔ جب کچھ دنوں کے بعد اسے کچھ افاقہ ہوا تو وہ واپس جانے لگا۔ میاں محمد یوسف صاحب نے اس سے کہا کہ تم قادیان آئے اور اب جاتے ہو ہماری مسجد تو دیکھتے جاؤ۔ اس نے انکار کیا، میاں صاحب نے اصرار سے اسے منایا تو اس نے اس شرط پر مانا کہ ایسے وقت میں مجھے وہاں لے جاؤ کہ وہاں کوئی احمدی نہ ہو اور نہ مرزا صاحب ہوں۔ چنانچہ میاں محمد یوسف صاحب ایسا وقت دیکھ کر اسے مسجد مبارک میں لائے مگر قدرت خدا کہ اِدھر اس نے مسجد میں قدم رکھا اور اُدھر حضرت مسیح موعود کے مکان کی کھڑکی کھلی اور حضور کسی کام کیلئے مسجد میں تشریف لے آئے۔ اس شخص کی نظر حضور کی طرف اُٹھی اور وہ بیتاب ہو کر حضور کے سامنے آگرا اور اسی وقت بیعت کر لی۔

(74) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے میاں فخر الدین صاحب ملتانی نے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ایک دفعہ میرے والد یہاں آئے اور وہ سخت مخالف اور بدگو تھے اور یہاں آکر بھی بڑی تیزی کی باتیں کرتے رہے اور وہ جب ملتان میں تھے تو کہتے تھے کہ میں اگر کبھی مرزا سے ملا تو (نعوذ باللہ) اسکے منہ پر بھی لعنتیں ڈالوں گا یعنی سامنے بھی یہی کہوں گا جو یہاں کہتا ہوں۔ خیر میں انہیں حضرت صاحب کے پاس لے گیا، حضور جب باہر تشریف لائے تو وہ ادب سے کھڑے ہو گئے اور پھر خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے۔ اس وقت مجلس میں اور لوگ بھی تھے۔ حضور نے بیٹھے بیٹھے تقریر فرمانی شروع کی اور کئی دفعہ کہا کہ ہم تو چاہتے ہیں کہ لوگ ہمارے پاس آئیں اور ہماری باتیں سنیں اور ہم سے سوال کریں اور ہم ان کے واسطے خرچ کرنے کو بھی تیار ہیں لیکن اول تو لوگ آتے نہیں اور اگر آتے ہیں تو خاموش بیٹھے رہتے ہیں اور پھر پیچھے جا کر باتیں کرتے ہیں۔ غرض حضور نے کھول کھول کر تقریر کی اور تبلیغ فرمائی اور انہیں بات کرنے پر کئی دفعہ ابھارا۔ میرا والد بڑا چرب زبان ہے مگر ان کے منہ پر گویا مہر لگ گئی اور وہ ایک لفظ بھی نہیں بول سکے۔ وہاں سے اُٹھ کر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ وہاں بولے کیوں نہیں؟ انہوں نے کچھ کہہ کر ٹال دیا۔ میاں فخر الدین صاحب کہتے تھے کہ حضرت صاحب نے اس تقریر میں میرے والد کو مخاطب نہیں کیا تھا بلکہ عام تقریر فرمائی تھی۔

(75) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ بیان کیا حضرت امیر المومنین خلیفہ ثانی نے کہ ایک دفعہ ایک ہندو جو گجرات کا رہنے والا تھا قادیان کسی بارات کے ساتھ آیا۔ یہ شخص علم توجہ کا بڑا ماہر تھا چنانچہ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم لوگ قادیان آئے ہوئے ہیں چلو مرزا صاحب سے ملنے چلیں اور اس کا منشاء یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے حضرت صاحب پر اپنی توجہ کا اثر ڈال کر آپ سے بھری مجلس میں کوئی بیہودہ حرکات کرائے۔ جب وہ مسجد میں حضور سے ملا تو اس نے اپنے علم سے آپ پر اپنا اثر ڈالنا شروع کیا مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ یکلخت کانپ اُٹھا مگر سنبھل کر بیٹھ گیا اور اپنا کام پھر شروع کر دیا اور حضرت صاحب اپنی گفتگو میں لگے رہے مگر پھر اس کے بدن پر ایک سخت لرزہ آیا اور اس کی زبان سے بھی کچھ خوف کی آواز نکلی مگر وہ پھر سنبھل گیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد اس نے ایک چیخ ماری اور بے تحاشا مسجد سے بھاگ نکلا اور بغیر جوتا پہنے نیچے بھاگتا ہوا اتر گیا۔ اسکے ساتھی اور دوسرے لوگ اسکے پیچھے بھاگے اور اسکو پکڑ کر سنبھالا۔ جب اس کے ہوش ٹھکانے ہوئے تو اس نے بیان کیا کہ میں علم توجہ کا بڑا ماہر ہوں میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ مرزا صاحب پر اپنی توجہ ڈالوں اور مجلس میں ان سے کوئی لغو حرکات کرا دوں لیکن جب میں نے توجہ ڈالی تو میں نے دیکھا کہ میرے سامنے مگر ایک فاصلہ پر ایک شیر بیٹھا ہے میں اسے دیکھ کر کانپ گیا لیکن میں نے جی میں ہی اپنے آپ کو ملامت کی کہ یہ میرا وہم ہے۔ چنانچہ میں نے پھر مرزا صاحب پر توجہ ڈالنی شروع کی تو میں نے دیکھا کہ پھر وہی شیر میرے سامنے ہے اور میرے قریب آگیا ہے اس پر پھر میرے بدن پر سخت لرزہ آیا مگر میں پھر سنبھل گیا اور میں نے جی میں اپنے آپ کو بہت ملامت کی کہ یونہی میرے دل میں وہم سے خوف پیدا ہو گیا ہے چنانچہ میں نے اپنا دل مضبوط کر کے اور اپنی طاقت کو جمع کر کے پھر مرزا صاحب پر اپنی توجہ کا اثر ڈالا اور پورا زور لگایا۔ اس پر ناگہاں میں نے دیکھا کہ وہی شیر میرے اوپر کود کر حملہ آور ہوا ہے اس وقت میں نے بے خود ہو کر چیخ ماری اور وہاں سے بھاگ اُٹھا۔ حضرت خلیفہ ثانی بیان فرماتے تھے کہ وہ شخص پھر حضرت صاحب کا بہت معتقد ہو گیا تھا اور ہمیشہ جب تک زندہ رہا آپ سے خط و کتابت رکھتا تھا۔

(76) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی محمد اروڑا صاحب مرحوم کپورتھلوی حضرت مسیح موعودؑ کے ذکر پر کہا کرتے تھے کہ ہم تو آپ کے منہ کے بھوکے تھے۔ بیمار بھی ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ دیکھنے سے اچھے ہو جاتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی صاحب مرحوم پرانے مخلصوں میں سے تھے اور عشاق مسیح موعودؑ میں ان کا نمبر صف اوّل میں شمار ہونا چاہئے۔

(سیرۃ المہدی، جلد 1، صفحہ 52 تا 56، مطبوعہ قادیان 2007)

......☆......☆......☆......

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

اگر تم تقویٰ کرنے والے ہو گے

تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہو گی، پس تقویٰ پیدا کرو

(ملفوظات، جلد 4، صفحہ 357)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

تقویٰ ہی اکرام کا باعث ہے، کوئی خواہ کتنا ہی لکھا پڑھا ہوا ہو

وہ اس کی عزت و تکریم کا باعث نہیں اگر متقی نہ ہو

(ملفوظات، جلد 4، صفحہ 362)

طالب دعا: ناصر احمد ایم.بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم.اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

ہماری جماعت یہ غم کُل دنیوی غموں سے بڑھ کر اپنی جان پر لگائے کہ اُن میں تقویٰ ہے یا نہیں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے تقویٰ کی اہمیت، برکات اور تقویٰ کے حصول کے ذرائع کا اثر انگیز تذکرہ

افتتاحی خطاب سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز برموقع 37 واں جلسہ سالانہ برطانیہ مورخہ 25 جولائی 2003ء بمقام اسلام آباد، ٹلفورڈ

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ: اس وقت مَیں اپنی جلسہ سالانہ کی پہلی تقریر میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی جلسہ سالانہ 1897ء کی جو پہلی تقریر تھی اس میں سے اقتباسات آپ کے سامنے رکھوں گا لیکن اس سے پہلے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ارشاد ہے کہ کس طرح ہمیں باتیں یاد رکھنی چاہئیں وہ پیش کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:

’’سب کو متوجہ ہو کر سننا چاہئے، پورے غور و فکر کے ساتھ سنو کیونکہ یہ معاملہ ایمان کا ہے اس میں سستی، غفلت اور عدم توجہ بہت برے نتائج پیدا کرتی ہے۔ جو لوگ ایمان میں غفلت سے کام لیتے ہیں اور جب ان کو مخاطب کر کے کچھ بیان کیا جائے تو غور سے اس کو نہیں سنتے۔ ان کو بولنے والے کے بیان سے خواہ وہ کیسا ہی اعلیٰ درجہ کا مفید اور مؤثر کیوں نہ ہو، کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ کان رکھتے ہیں مگر سنتے نہیں اور دل رکھتے ہیں پر سمجھتے نہیں۔ پس یاد رکھو کہ جو کچھ بیان کیا جاوے اسے توجہ اور بڑے غور سے سنو کیونکہ جو توجہ سے نہیں سنتا وہ خواہ عرصہ دراز تک فائدہ رساں وجود کی صحبت میں رہے اسے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔‘‘

(الحکم 10 مارچ 1902ء)

اس وقت جو مَیں اقتباسات تقریر کے پیش کروں گا یہ تقویٰ کے بارہ میں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں تقویٰ کے بارہ میں ایسی نصائح فرمائی ہیں اور مختلف زاویوں سے تقویٰ کے حصول کے ذرائع بتائے ہیں جس پر اگر عمل کر لیا جائے تو ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اس سے تعلق دل میں پیدا نہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

’’اپنی جماعت کی خیر خواہی کیلئے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بابت نصیحت کی جاوے، کیونکہ یہ بات عقلمند کے نزدیک ظاہر ہے کہ بجز تقویٰ کے اور کسی بات سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ ھُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ (النحل: 129) اللہ یقیناً اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو احسان کرنے والے ہیں۔

ہماری جماعت کیلئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اسکے سلسلہ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی رُوبہ دنیا تھے ان تمام آفات سے نجات پاویں۔

آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی بیمار ہو جاوے خواہ اس کی بیماری چھوٹی ہو یا بڑی اگر اس بیماری کیلئے دوا نہ کی جاوے اور علاج کیلئے دکھ نہ اٹھایا جاوے بیمار اچھا نہیں ہو سکتا۔ ایک سیاہ داغ منہ پر نکل کر ایک بڑا فکر پیدا کر دیتا ہے کہ کہیں یہ داغ بڑھتا بڑھتا کُل منہ کو کالا نہ کر دے۔ اسی طرح معصیت کا بھی ایک سیاہ داغ دل پر ہوتا ہے۔ صغائر سہل انگاری سے کبائر ہو جاتے ہیں‘‘ یعنی چھوٹے گناہ اگر انکی پرواہ نہ کی جائے تو بڑے گناہ بن جاتے ہیں۔ ’’صغائر وہی داغ چھوٹا ہے جو بڑھ کر آخر کار کُل منہ کو سیاہ کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے ویسا ہی قہار اور منتقم بھی ہے۔ ایک جماعت کو دیکھتا ہے کہ ان کا دعویٰ اور لاف وگزاف تو بہت کچھ ہے اور ان کی عملی حالت ایسی نہیں تو اس کا غیظ وغضب بڑھ جاتا ہے۔ پھر ایسی جماعت کی سزا دہی کے لئے وہ کفار کو ہی تجویز کرتا ہے۔ جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ کئی دفعہ مسلمان کافروں سے تہ تیغ کئے گئے۔ جیسے چنگیز خاں اور ہلاکو خاں نے مسلمانوں کو تباہ کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے حمایت اور نصرت کا وعدہ کیا ہے، لیکن پھر بھی مسلمان مغلوب ہوئے۔ اس قسم کے واقعات بسا اوقات پیش آئے۔ اس کا باعث یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ زبان لا الٰہ الا اللہ تو پکارتی ہے لیکن اس کا دل اور طرف ہے اور اپنے افعال سے وہ بالکل روبہ دنیا ہے تو پھر اسکا قہر اپنا رنگ دکھاتا ہے‘‘۔

آپ فرماتے ہیں کہ ’’اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اس کا قول وفعل کہاں تک ایک دوسرے سے مطابقت رکھتا ہے۔ پھر جب دیکھے کہ اس کا قول وفعل برابر نہیں تو سمجھ لے کہ مورد غضب الٰہی ہوگا۔ جو دل ناپاک ہے خواہ قول کتنا ہی پاک ہو وہ دل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا بلکہ خدا کا غضب مشتعل ہوگا۔ پس میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں، اسی لئے کہ تخم ریزی کی جاوے جس سے وہ پھلدار درخت ہو جائے۔ پس ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اس کا اندرونہ کیسا ہے؟ اور اس کی باطنی حالت کیسی ہے؟ اگر ہماری جماعت بھی خدانخواستہ ایسی ہے کہ اس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ ایک جماعت جو دل سے خالی ہے اور زبانی دعوے کرتی ہے۔ وہ غنی ہے، وہ پرواہ نہیں کرتا۔ بدر کی فتح کی پیشگوئی ہو چکی تھی، ہر طرح فتح کی امید تھی لیکن پھر بھی آنحضرت ﷺ رو رو کر دعا مانگتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ جب ہر طرح فتح کا وعدہ ہے تو پھر ضرورت الحاح کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ ذات غنی ہے، یعنی ممکن ہے کہ وعدۂ الٰہی میں کوئی مخفی شرائط ہوں۔

پس ہمیشہ دیکھنا چاہئے کہ ہم نے تقویٰ وطہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ اس کا معیار قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متقی کے نشانوں میں ایک یہ بھی نشان رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو مکروہات دنیا سے آزاد کر کے اس کے کاموں کا خود کفیل ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ فرمایا وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا۔ وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ (الطلاق: 3،4) جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اس کیلئے راستہ مخلصی نکال دیتا ہے اور اس کیلئے ایسے روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اسکے علم وگمان میں نہ ہوں، یعنی یہ بھی ایک علامت متقی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا۔ مثلاً ایک دوکاندار یہ خیال کرتا ہے کہ دروغگوئی کے سوا اسکا کام ہی نہیں چل سکتا، اس لئے وہ دروغ گوئی سے باز نہیں آتا اور جھوٹ بولنے کیلئے وہ مجبوری ظاہر کرتا ہے، لیکن یہ امر ہرگز سچ نہیں۔ خدا تعالیٰ متقی کا خود محافظ ہو جاتا ہے اور اسے ایسے مواقع سے بچا لیتا ہے جو خلاف حق پر مجبور کرنے والے ہوں۔ یاد رکھو جب اللہ تعالیٰ کو کسی نے چھوڑا، تو خدا نے اسے چھوڑ دیا۔ جب رحمان نے چھوڑ دیا، تو ضرور شیطان اپنا رشتہ جوڑے گا۔

یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کمزور ہے۔ وہ بڑی طاقت والا ہے۔ جب اس پر کسی امر میں بھروسہ کرو گے وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔ وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ (الطلاق: 4) یعنی جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اُس کیلئے کافی ہے۔ لیکن جو لوگ ان آیات کے پہلے مخاطب تھے، وہ اہلِ دین تھے۔ انکی ساری فکریں محض دینی اُمور کیلئے تھیں اور دنیوی امور حوالہ بخدا تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ غرض برکات تقویٰ میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو ان مَصائب سے مخلصی بخشتا ہے جو دینی امور میں حارج ہوں۔‘‘

پھر متقی کیلئے روحانی رزق کیا ہے۔ اس بارہ میں فرماتے ہیں: ’’ایسا ہی اللہ تعالیٰ متقی کو خاص طور پر رزق دیتا ہے۔ یہاں میں معارف کے رزق کا ذکر کروں گا۔ آنحضرت ﷺ کو باوجود امی ہونے کے تمام جہان کا مقابلہ کرنا تھا جس میں اہل کتاب، فلاسفر، اعلیٰ درجہ کے علمی مذاق والے لوگ اور عالم فاضل شامل تھے لیکن آپ کو روحانی رزق اس قدر ملا کہ آپ سب پر غالب آئے اور ان سب کی غلطیاں نکالیں۔

یہ روحانی رزق تھا جس کی نظیر نہیں۔ متقی کی شان میں دوسری جگہ یہ بھی آیا ہے۔

اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ (الانفال: 35) اللہ تعالیٰ کے ولی وہ ہیں جو متقی ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے دوست۔ پس یہ کیسی نعمت ہے کہ تھوڑی سی تکلیف سے خدا کا مقرب کہلائے۔ آج کل زمانہ کس قدر پست ہمت ہے۔ اگر کوئی حاکم یا افسر کسی کو یہ کہہ دے کہ تُو میرا دوست ہے یا اس کو کرسی دے اور اسکی عزت کرے، تو وہ شیخی کرتا ہے۔ فخر کرتا پھرتا ہے، لیکن اس انسان کا کس قدر افضل رتبہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ اپنا ولی یا دوست کہہ کر پکارے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول کریم ﷺ کی زبان سے یہ وعدہ فرمایا ہے جیسے کہ ایک حدیث بخاری میں وارد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا ولی ایسا قرب میرے ساتھ بذریعہ نوافل پیدا کر لیتا ہے کہ مَیں بھی اس سے پیار کرنے لگتا ہوں اور جب مَیں اس سے محبت کرنے لگ جاؤں تو مَیں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو مَیں ضرور اس کو وہ دے دیتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ کا طلبگار ہو تو مَیں (شیطان کے مقابل پر) ضرور اُسے محفوظ رکھتا ہوں۔‘‘

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ’’انسان جس قدر نیکیاں کرتا ہے اس کے دو حصے ہوتے ہیں ایک فرائض دوسرے نوافل۔ فرائض یعنی جو انسان پر فرض کیا گیا ہو۔ جیسے قرضہ کا اتارنا۔ یا نیکی کے مقابل نیکی۔ ان فرائض کے علاوہ ہر ایک نیکی کے ساتھ نوافل ہوتے ہیں، یعنی ایسی نیکی جو اس کے حق سے فاضل ہو۔ جیسے احسان کے مقابل احسان کے علاوہ اور احسان کرنا یہ نوافل ہیں۔ یہ بطور مُکَمِّلَات اور مُتَمِّمَات فرائض کے ہیں۔ اس حدیث میں بیان ہے کہ اولیاء اللہ کے دینی فرائض کی تکمیل نوافل سے ہوتی رہتی ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کے علاوہ وہ اور صدقات دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کا ولی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسکی دوستی یہاں تک ہوتی ہے کہ میں اس کے ہاتھ، پاؤں حتیٰ کہ اسکی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔‘‘

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہر احمدی سے یہ امید رکھتے ہیں کہ اس کا ہر ایک فعل خدا کے منشاء کے مطابق ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ ’’بات یہ ہے کہ جب انسان جذبات نفس سے پاک ہوتا اور نفسانیت چھوڑ کر خدا کے ارادوں کے اندر چلتا ہے اس کا کوئی فعل ناجائز نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک فعل خدا کی منشاء کے مطابق ہوتا ہے۔ جہاں لوگ ابتلاء میں پڑتے ہیں وہاں یہ امر ہمیشہ ہوتا ہے کہ وہ فعل خدا کے ارادہ سے مطابق نہیں ہوتا۔ خدا کی رضا اس کے برخلاف ہوتی ہے۔ ایسا شخص اپنے جذبات کے نیچے چلتا ہے۔ مثلاً غصہ میں آ کر کوئی ایسا فعل اس سے سرزد ہو جاتا ہے جس سے مقدمات بن جایا کرتے ہیں۔ فوجداریاں ہو جاتی ہیں، مگر اگر کسی کا یہ ارادہ ہو کہ بلا استصواب کتاب اللہ اس کا حرکت وسکون نہ ہوگا‘‘، یعنی اللہ تعالیٰ کے جو احکامات ہیں ان کے خلاف وہ نہیں چلے گا۔ ’’اور اپنی ہر ایک بات پر کتاب اللہ کی طرف رجوع کرے گا، تو یقینی امر ہے کہ کتاب اللہ مشورہ دے گی۔ جیسے فرمایا وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ (الانعام: 60) یعنی اَور کوئی تر یا خشک چیز نہیں مگر (اس کا ذکر) ایک روشن کتاب میں ہے۔ سو اگر ہم یہ ارادہ کریں کہ ہم مشورہ کتاب اللہ سے لیں گے، تو ہم کو ضرور مشورہ ملے گا، لیکن جو اپنے جذبات کا تابع ہے وہ ضرور نقصان ہی میں پڑے گا۔‘‘

جیسے آج کل بھی بعض آپ دیکھتے ہیں کہ جذبات کے تابع ہو کر لڑائیاں ہوتی ہیں اور خاندان کی بدنامی کا بھی باعث بن رہے ہوتے ہیں۔ اپنا مال بھی ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔ اور اپنا وقت بھی ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔ پھر آپ فرماتے ہیں:

’’بسا اوقات وہ اس جگہ مواخذہ میں پڑے گا۔ سو اس کے مقابل اللہ نے فرمایا کہ ولی جو میرے ساتھ بولتے چلتے کام کرتے ہیں، وہ گویا اس میں محو ہیں۔ سو جس قدر کوئی محویت میں کم ہے وہ اتنا ہی خدا سے دور ہے۔ لیکن اگر اس کی محویت ویسی ہی ہے جیسے خدا نے فرمایا تو اسکے ایمان کا اندازہ نہیں۔ ان کی حمایت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنۡ عَادٰی لِیۡ وَلِیًّا فَقَدۡ اٰذَنۡتُہٗ بِالۡحَرۡبِ (الحدیث) بے شک جو شخص میرے ولی کا مقابلہ کرتا ہے وہ میرے ساتھ مقابلہ کرتا ہے (یعنی جو شخص میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے تو مَیں اُسے جنگ پر متنبہ کرتا ہوں)۔ اب دیکھ لو کہ متقی کی شان کس قدر بلند ہے اور اس کا پایہ کس قدر عالی ہے۔ جس کا قرب خدا کی جناب میں ایسا ہے کہ اس کا ستایا جانا خدا کا ستایا جانا ہے تو خدا اسکا کس قدر معاون و مددگار ہوگا۔‘‘

پس ہم سب جو اس جلسہ میں شامل ہوئے ہیں۔

اپنے تقویٰ کے معیار کو بڑھانے کیلئے اللہ اور اس کے رسول کی باتیں سننے کیلئے یہاں آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کے رسول کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کرنے کیلئے یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اپنے دلوں میں پیدا کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اور اس تقویٰ کے زیر اثر اس زمانہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود کو ماننے کی توفیق بھی پائی ہے۔ آپ کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہر شر سے بچائے جانے کی بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’لوگ بہت سے مصائب میں گرفتار ہوتے ہیں، لیکن متقی بچائے جاتے ہیں بلکہ ان کے پاس جو آجاتا ہے وہ بھی بچایا جاتا ہے۔ مصائب کی کوئی حد نہیں۔ انسان کا اپنا اندر اس قدر مصائب سے بھرا ہوا ہے کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں۔ امراض کو ہی دیکھ لیا جاوے کہ ہزار ہا مصائب کے پیدا کرنے کو کافی ہیں لیکن جو تقوی کے قلعہ میں ہوتا ہے وہ ان سے محفوظ ہے اور جو اس سے باہر ہے وہ ایک جنگل میں ہے جو درندہ جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔

متقی کیلئے ایک اور بھی وعدہ ہے۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (یونس: 65) یعنی جو متقی ہوتے ہیں ان کو اسی دنیا میں بشارتیں سچے خوابوں کے ذریعہ ملتی ہیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ صاحبِ مُكَاشَفَات ہوجاتے ہیں۔ مُكَالَمَةُ اللهِ کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ وہ بشریت کے لباس میں ہی ملائکہ کو دیکھ لیتے ہیں۔ جیسے کہ فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (حم السجدۃ: 31) یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور استقامت دکھاتے ہیں، یعنی ابتلاء کے وقت ایسا شخص دکھلا دیتا ہے کہ جو میں نے منہ سے وعدہ کیا تھا، وہ عملی طور سے پورا کرتا ہوں۔

ابتلا ضروری ہے۔ جیسے یہ آیت اشارہ کرتی ہے۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (العنکبوت: 3) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور استقامت کی، ان پر فرشتے اترتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دل کو صاف کرتے ہیں اور نجاست اور گندگی سے، جو اللہ سے دور رکھتی ہے، اپنے نفس کو دور رکھتے ہیں ان میں سلسلہ الہام کیلئے ایک مناسبت پیدا ہوجاتی ہے۔ سلسلہ الہام شروع ہوجاتا ہے۔ پھر متقی کی شان میں ایک اور جگہ فرمایا اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس: 63) یعنی جو اللہ کے ولی ہیں ان کو کوئی غم نہیں۔ جسکا خدا متکفل ہو اسکو کوئی تکلیف نہیں، کوئی مقابلہ کرنے والا ضرر نہیں دے سکتا اگر خدا ولی ہوجائے۔ پھر فرمایا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حم السجدہ: 31) یعنی تم اس جنت کیلئے خوش ہو جس کا تم کو وعدہ ہے۔

قرآن کی تعلیم سے پایا جاتا ہے کہ انسان کیلئے دو جنت ہیں۔ جو شخص خدا سے پیار کرتا ہے کیا وہ ایک جلنے والی زندگی میں رہ سکتا ہے؟ جب اِس جگہ دنیا میں ایک حاکم کا دوست دنیوی تعلقات میں ایک قسم کی بہشتی زندگی میں ہوتا ہے تو کیوں نہ ان کیلئے دروازہ جنت کا کھلے جو اللہ کے دوست ہیں، اگرچہ دنیا پر از تکلیف و مصائب ہے، لیکن کسی کو کیا خبر وہ کیسی لذت اٹھاتے ہیں؟ اگر ان کو رنج ہو تو آدھ گھنٹہ تکلیف اٹھانا بھی مشکل ہے، حالانکہ وہ تو تمام عمر تکلیف میں رہتے ہیں۔ ایک زمانہ کی سلطنت ان کو دے کر ان کو اپنے کام سے روکا جاوے تو کب کسی کی سنتے ہیں؟ اس طرح خواہ مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں وہ اپنے ارادہ کو نہیں چھوڑتے۔

فرمایا کہ سب سے اعلیٰ نمونہ آنحضرت ﷺ کا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہادی کامل کو یہ دونوں باتیں دیکھنی پڑیں۔ ایک وقت تو طائف میں پتھر برسائے گئے۔ ایک کثیر جماعت نے سخت سے سخت جسمانی تکلیف دی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقلال میں فرق نہ آیا۔ جب قوم نے دیکھا کہ مصائب و شدائد سے ان پر کوئی اثر نہ پڑا، تو انہوں نے جمع ہوکر بادشاہت کا وعدہ دیا، اپنا امیر بنانا چاہا۔ ہر ایک قسم کے سامان آسائش مہیا کردینے کا وعدہ کیا۔ حتی کہ عمدہ سے عمدہ بی بی بھی۔ بدیں شرط کہ حضرتؐ بتوں کی مذمت چھوڑ دیں۔ لیکن جیسے کہ طائف کی مصیبت کے وقت ویسی ہی اس وعدہ بادشاہی کے وقت حضرتؐ نے کچھ پروا نہ کی اور پتھر کھانے کو ترجیح دی۔ سو جب تک خاص لذت نہ ہو، تو کیا ضرورت تھی کہ آرام چھوڑ کر دکھوں میں پڑتے۔

یہ موقع سوا ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والتحیات کے کسی اور نبی کو نہ ملا کہ ان کو نبوت کا کام چھوڑنے کیلئے کوئی وعدہ دیا گیا ہو۔ مسیح علیہ السلام کو بھی یہ امر نصیب نہ ہوا۔ دنیا کی تاریخ میں صرف آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی یہ معاملہ ہوا کہ آپؐ کو سلطنت کا وعدہ دیا گیا، اگر آپ اپنا کام چھوڑ دیں۔ سو یہ عزت ہمارے رسول ﷺ کے ساتھ ہی خاص ہے۔ اسی طرح ہمارے ہادی کامل کو دونوں زمانے تکلیف اور فتح مندی کے نصیب ہوئے، تاکہ وہ دونوں اوقات میں کامل نمونہ اخلاق کا دکھا سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے متقیوں کیلئے چاہا ہے کہ ہر دو لذتیں اٹھائیں۔ بعض وقت دنیوی لذات آرام اور طیبات کے رنگ میں بعض وقت عسرت اور مصائب میں۔ تاکہ ان کے دونوں اخلاق کامل نمونہ دکھلا سکیں۔ بعض اخلاق طاقت میں اور بعض مصائب میں کھلتے ہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کو یہ دونوں باتیں میسر آئیں۔ سو جس قدر ہم آپؐ کے اخلاق پیش کرسکیں گے کوئی اور قوم اپنے کسی نبی کے اخلاق پیش نہ کرسکے گی۔ جیسے مسیح کا صرف صبر ظاہر ہو سکتا ہے کہ وہ مار کھاتا رہا لیکن یہ کہاں سے نکلے گا کہ ان کو طاقت نصیب ہوئی۔ وہ نبی بے شک سچے ہیں۔ لیکن ان کے ہر قسم کے اخلاق ثابت نہیں۔ چونکہ ان کا ذکر قرآن میں آگیا، اس لئے ہم ان کو نبی مانتے ہیں وِالّا انجیل میں تو ان کا کوئی ایسا خلق ثابت نہیں جیسے اولوالعزم انبیاء کی شان ہوتی ہے۔ ایسا ہی اگر ہمارے ہادی کامل بھی اگر ابتدائی تیرہ برس کی مصائب میں مرجاتے، تو ان کے اور بہت سے اخلاق فاضلہ مسیح کی طرح ثابت نہ ہوتے لیکن دوسرا زمانہ جب فتح کا آیا اور مجرم آپؐ کے سامنے پیش کئے گئے تو اس سے آپؐ کی صفت رحم اور عفو کا کامل ثبوت ملا اور اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ آپؐ کے کام کوئی جبر پر نہ تھے، نہ زبردستی تھی بلکہ ہر ایک امر اپنے طبعی رنگ میں ہوا۔ اسی طرح آپؐ کے اور بہت سے اخلاق بھی ثابت ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا کہ نَحْنُ اَوْلِيَآؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (حم السجدہ: 32) کہ ہم اس دنیا میں بھی اور آئندہ بھی متقی کے ولی ہیں سو یہ آیت بھی تکذیب میں ان نادانوں کے ہے جنہوں نے اس زندگی میں نزول ملائکہ سے انکار کیا ہے۔

تقویٰ کی برکات

فرمایا کہ: یہ ایک نعمت ہے کہ ولیوں کو خدا کے فرشتے نظر آتے ہیں۔ آئندہ کی زندگی محض ایمانی ہے، لیکن ایک متقی کو آئندہ کی زندگی یہیں دکھلائی جاتی ہے انہیں اسی زندگی میں خدا ملتا ہے، نظر آتا ہے اور ان سے باتیں کرتا ہے سو اگر ایسی صورت کسی کو نصیب نہیں تو اس کا مرنا اور یہاں سے چلے جانا نہایت خراب ہے۔ ایک ولی کا قول ہے کہ جس کو ایک سچا خواب عمر میں نصیب نہیں ہوا اس کا خاتمہ خطرناک ہے جیسے کہ قرآن مومن کے یہ نشان ٹھہراتا ہے۔ سنو! جس میں یہ نشان نہیں اس میں تقوی نہیں سو ہم سب کی یہ دعا چاہئے کہ یہ شرط ہم میں پوری ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام، خواب، مکاشفات کا فیضان ہو کیونکہ مومن کا یہ خاصہ ہے۔ سو یہ ہونا چاہئے۔

بہت سی اور بھی برکات ہیں جو متقی کو ملتی ہیں مثلاً سورۂ فاتحہ میں جو قرآن کے شروع میں ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مومن کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ دعا مانگیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ (الفاتحہ: 6،7) یعنی ہمیں وہ راہ سیدھی بتلا ان لوگوں کی جن پر تیرا انعام و فضل ہے۔ یہ اس لئے سکھلائی گئی کہ انسان عالی ہمت ہوکر اس سے خالق کا منشاء سمجھے اور وہ یہ ہے کہ یہ امت بہائم کی طرح زندگی بسر نہ کرے بلکہ اس کے تمام پردے کھل جاویں۔ جیسے کے شیعوں کا عقیدہ ہے کہ ولایت بارہ اماموں کے بعد ختم ہوگئی۔ برخلاف اس کے اس دعا سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے پہلے سے ارادہ کر رکھا ہے کہ جو متقی ہو اور خدا کی منشاء کے مطابق ہو تو وہ ان مراتب کو حاصل کرسکے جو انبیاء اور اصفیاء کو حاصل ہوتے ہیں۔ اس یہ بھی پایا جاتا ہے کہ انسان کو بہت سے قُویٰ ملے ہیں جنہوں نے نشوونما پانا ہے اور بہت ترقی کرنا ہے۔ ہاں ایک بکرا چونکہ انسان نہیں اس کے قویٰ ترقی نہیں کرسکتے۔ عالی ہمت انسان جب رسولوں اور انبیاء کے حالات سنتا ہے کہ وہ انعامات جو اس پاک جماعت کو حاصل ہوئے اس پر نہ صرف ایمان ہی ہو بلکہ اسے بتدریج ان نعماء کا علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین ہوجاوے۔

اللہ کرے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تعلیم اور خواہش کے مطابق ہر احمدی یقین کے تمام مدارج طے کرنے والا ہو اور آئندہ نسلوں میں بھی اس معیار کو منتقل کرتا چلا جائے۔ اس کیلئے سب سے بڑی کوشش اللہ کے فضلوں کو مانتے ہوئے نسلوں کے دینی معیار کو بلند کرنے اور ان کو اس مادیت کے دَور سے دُور رکھنے کیلئے ان مدارج کے بارہ میں مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں کہ علم کے تین مدارج ہیں۔ علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین۔ مثلاً ایک جگہ سے دھواں نکلتا دیکھ کر آگ کا یقین کرلینا علم الیقین ہے، لیکن خود آنکھ سے آگ کا دیکھنا عین الیقین ہے ان سے بڑھ کر درجہ حق الیقین کا ہے یعنی آگ میں ہاتھ ڈال کر جلن اور حرقت سے یقین کرلینا کہ آگ موجود ہے۔ پس کیسا وہ شخص بدقسمت ہے جس کو تینوں میں سے کوئی درجہ حاصل نہیں۔ اس آیت کے مطابق جس پر اللہ تعالیٰ کا فضل نہیں وہ کورانہ تقلید میں پھنسا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: 69) جو ہماری راہ میں مجاہدہ کرے گا ہم اس کو اپنی راہیں دکھلا دیں گے۔ یہ تو وعدہ ہے اور ادھر یہ دعا ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (الفاتحہ: 6) سو انسان کو چاہئے کہ اس کو مدنظر رکھ کر نماز میں دعا بالحاح کرے اور تمنا رکھے کہ وہ بھی ان لوگوں میں سے ہوجائے جو ترقی اور بصیرت حاصل کر چکے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس جہان سے بے بصیرت اور اندھا اٹھایا جاوے، فرمایا مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (بنی اسرائیل: 73) کہ جو اس جہان میں اندھا ہے وہ اس جہان میں بھی اندھا ہے۔ جس کی منشاء یہ ہے کہ اس جہان کے مشاہدہ کیلئے اسی جہان سے ہم کو آنکھیں لے جانی ہیں۔ آئندہ جہان کو محسوس کرنے کیلئے حواس کی طیاری اسی جہان میں ہوگی پس کیا یہ گمان ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ وعدہ کرے اور پورا نہ کرے۔

اندھا کون ہے؟

اندھے سے مراد وہ ہے جو روحانی معارف اور روحانی لذات سے خالی ہے ایک شخص کورانہ تقلید سے کہ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوگیا، مسلمان کہلاتا ہے۔ دوسری طرف اسی طرح ایک عیسائی عیسائیوں کے ہاں پیدا ہوکر عیسائی ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے شخص کو خدا، رسول اور قرآن کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ اسکی دین سے محبت بھی قابل اعتراض ہے۔ خدا اور رسول کی ہتک کرنے والوں میں اس کا گزر ہوتا ہے۔ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ ایسے شخص کی روحانی آنکھ نہیں۔ اس میں محبت دین نہیں۔ وَاِلّا محبت والا اپنے محبوب کے برخلاف کیا کچھ پسند کرتا ہے؟ غرض اللہ تعالیٰ نے سکھلایا ہے کہ میں تو دینے کو تیار ہوں اگر تو لینے کو تیار ہے۔ پس یہ دعا کرنا ہی اس ہدایت کو لینے کی تیاری ہے۔

اس دعا کے بعد سورہ بقرہ کے شروع میں ہی جو هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرۃ: 3) کہا گیا، تو گویا خدا تعالیٰ نے دینے کی تیاری کی۔ یعنی یہ کتاب متقی کو کمال تک پہنچانے کا وعدہ کرتی ہے۔ سو اسکے معنے یہ ہیں کہ یہ کتاب ان کیلئے نافع ہے جو پرہیز کرنے اور نصیحت کے سننے کو تیار ہوں۔ اس درجہ کا متقی وہ ہے جو مخلّٰی بِالطّبع ہوکر حق بات سننے کو تیار ہو۔ جیسے جب کوئی مسلمان ہوتا ہے تو وہ متقی بنتا ہے۔ جب کسی غیر مذہب کے اچھے دن آئے، تو اس میں اتقاء پیدا ہوا۔ عجب، غرور، پندار دور ہوا۔ یہ تمام روکیں تھیں جو دور ہوگئیں۔ ان کے دور ہونے سے تاریک گھر کی کھڑکی کھل گئی اور شعاعیں اندر داخل ہوگئیں۔ یہ جو فرمایا کہ یہ کتاب متقین کی ہدایت ہے یعنی هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ تو اتقاء جو افتعال کے باب سے ہے اور یہ باب تکلف کیلئے آتا ہے یعنی اس میں اشارہ ہے کہ جس قدر یہاں ہم تقوی چاہتے ہیں وہ تکلف سے خالی نہیں، جس کی حفاظت کیلئے اس کتاب میں ہدایات ہیں۔ گویا متقی کو نیکی کرنے میں تکلیف سے کام لینا پڑتا ہے۔

اب پانچ وقت کی نمازیں ہیں۔ گو کہ نمازوں کے بارہ میں آگے ذکر آئے گا۔ لیکن یہاں بھی بیان کر دیتا ہوں۔ کہ یہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ بعض دفعہ ہمارے سستی ہوجاتی ہے۔ فجر کی نماز ہے۔ رات میں نیند پوری نہ ہوئی ہو تو ادا نہ ہوئی۔ ظہر عصر کی نمازیں ہیں اپنے دنیاوی کاموں کی وجہ سے وقت پر ادا نہیں ہوئیں۔ تو قرآن کریم میں ان کو وقت پر اور باجماعت ادا کرنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اس زمانہ میں کیا حالات ہوں گے اور باجماعت قیام کا نماز آسان ہوگا یا مشکل ہوگا۔ لیکن اسکے باوجود یہ فرضیت اس لئے ہے کہ تکلیف اٹھاؤ گے تو تقویٰ کا اعلیٰ معیار حاصل کروگے۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ پانچ وقت کی نمازوں کا التزام باقاعدہ رکھیں تاکہ ہم اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے والے اور اس کا قرب پانے والے ہوں۔

اعمال میں اخفاء اچھا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’اسی طرح یہ دنیا کیا ہے۔ ایک قسم کی دار الابتلاء ہے۔ وہی اچھا

ارشادِ نبوی ﷺ
اَطِعْ اَبَاكَ (اربعین اطفال)
(اپنے باپ کی اطاعت کر)
طالب دُعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

ہے جو ہر ایک امر خفیہ رکھے اور ریاء سے بچے۔ وہ لوگ جن کے اعمال للّٰہی ہوتے ہیں وہ کسی پر اپنے اعمال ظاہر ہونے نہیں دیتے۔ یہی لوگ متقی ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’میں نے تذکرۃ الاولیاء میں دیکھا ہے کہ ایک مجمع میں ایک بزرگ نے سوال کیا کہ اس کو کچھ روپیہ کی ضرورت ہے۔ کوئی اس کی مدد کرے۔ ایک نے صالح سمجھ کر اس کو ایک ہزار روپیہ دے دیا۔ انہوں نے روپیہ لے کر اس کی سخاوت اور فیاضی کی تعریف کی۔ اس بات پر وہ رنجیدہ ہوا کہ جب یہاں ہی تعریف ہوگئی تو شاید ثواب آخرت سے محرومیت ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ آیا اور کہا کہ وہ روپیہ اس کی والدہ کا تھا جو دینا نہیں چاہتی، چنانچہ وہ روپیہ واپس دیا گیا۔ جس پر ہر ایک نے لعنت کی اور کہا کہ جھوٹا ہے۔ اصل میں روپیہ دینا نہیں چاہتا۔ جب شام کے وقت وہ بزرگ گھر گیا تو وہ شخص ہزار روپیہ اسکے پاس لایا اور کہا کہ آپ نے سرعام میری تعریف کرکے مجھے محروم ثواب آخرت کیا، اس لئے میں نے یہ بہانہ کیا۔ اب یہ روپیہ آپ کا ہے، لیکن آپ کسی کے آگے نام نہ لیں۔ بزرگ رو پڑا اور کہا کہ اب تو قیامت تک مورد لعن طعن ہوا، کیونکہ کل کا واقعہ سب کو معلوم ہے اور یہ کسی کو معلوم نہیں کہ تو نے مجھے روپیہ واپس دے دیا ہے۔

ایک متقی تو اپنے نفس امارہ کے برخلاف جنگ کر کے اپنے خیال کو چھپاتا ہے اور خفیہ رکھتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اس خفیہ خیال کو ہمیشہ ظاہر کر دیتا ہے۔ جیسا کہ ایک بدمعاش کسی بدچلنی کا مرتکب ہو کر خفیہ رہنا چاہتا ہے، اسی طرح ایک متقی چھپ کر نماز پڑھتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کوئی اس کو دیکھ لے۔ سچا متقی ایک قسم کا ستر چاہتا ہے۔ تقویٰ کے مراتب بہت ہیں، لیکن بہر حال تقویٰ کیلئے تکلف ہے اور متقی حالت جنگ میں ہے اور صالح اس جنگ سے باہر ہے۔ جیسے کہ میں نے مثال کے طور پر اوپر ریاء کا ذکر کیا ہے جس سے متقی کو آٹھوں پہر جنگ ہے۔‘‘

ریاء اور حلم کا جنگ

ریاء اور حلم کی جنگ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ ’’بسا اوقات ریاء اور حلم کا جنگ ہو جاتا ہے۔ کبھی انسان کا غصہ کتاب اللہ کے برخلاف ہوتا ہے۔ گالی سن کر اس کا نفس جوش مارتا ہے تقویٰ اس کو سکھلاتا ہے کہ وہ غصہ کرنے سے باز رہے۔ جیسے قرآن کہتا ہے وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (الفرقان: 73) کہ جب وہ لغویات کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزرتے ہیں۔ ایسا ہی بے صبری کے ساتھ اسے اکثر جنگ کرنا پڑتا ہے۔ بے صبری سے مراد یہ ہے کہ اس کو راہ تقویٰ میں اس قدر دقتوں کا مقابلہ ہے کہ مشکل سے وہ منزل مقصود پر پہنچتا ہے، اس لئے بے صبر ہو جاتا ہے مثلاً ایک کنواں پچاس ہاتھ تک کھودنا ہے۔ اگر دو چار ہاتھ کے بعد کھودنا چھوڑ دیا جائے، تو محض یہ ایک بدظنی ہے۔ اب تقویٰ کی شرط یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے احکام دیئے، ان کو اخیر تک پہنچائے اور بے صبر نہ ہو جاوے۔

پھر فرمایا: ’’راہ سلوک میں مبارک قدم دو گروہ ہیں۔ ایک دین العجائز والے جو موٹی موٹی باتوں پر قدم مارتے ہیں۔ مثلاً احکام شریعت کے پابند ہو گئے اور نجات پا گئے۔ دوسرے وہ جنہوں نے آگے قدم مارا۔ ہر گز نہ تھکے اور چلتے گئے، حتی کہ منزل مقصود تک پہنچ گئے، لیکن نامراد وہ فرقہ ہے کہ دین العجائز سے تو قدم آگے رکھا، لیکن منزل سلوک کو طے نہ کیا، وہ ضرور دہریہ ہو جاتے ہیں۔ جیسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ چلہ کشیاں بھی کیں، لیکن فائدہ کچھ نہ ہوا۔ جیسے ایک شخص منصور مسیح نے بیان کیا کہ اسکی عیسائیت کا باعث یہی تھا کہ وہ مرشدوں کے پاس گیا، چلہ کشی کرتا رہا، لیکن فائدہ کچھ نہ ہوا، تو بدظن ہو کر عیسائی ہو گیا۔‘‘

’’سو جو لوگ بے صبری کرتے ہیں، وہ شیطان کے قبضہ میں آجاتے ہیں۔ سو متقی کو بے صبری کے ساتھ بھی جنگ ہے۔ بوستان میں ایک عابد کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب کبھی وہ عبادت کرتا تو ہاتف یہی آواز دیتا کہ تو مردود و مخذول ہے۔ ایک دفعہ ایک مرید نے یہ آواز سن لی اور کہا کہ اب تو فیصلہ ہو گیا اب ٹکریں مارنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ وہ بہت رویا اور کہا کہ میں اس جناب کو چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ اگر ملعون ہوں تو ملعون ہی سہی۔ غنیمت ہے کہ مجھ کو ملعون تو کہا جاتا ہے۔ ابھی یہ باتیں مرید سے ہو ہی رہی تھیں کہ آواز آئی کہ تو مقبول ہے۔ سو یہ سب صدق و صبر کا نتیجہ تھا جو متقی میں ہونا شرط ہے۔

کامیابی استقامت پر موقوف ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’یہ جو فرمایا ہے کہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: 69) یعنی ہمارے راہ کے مجاہد راستہ پاویں گے۔ اسکے معنے یہ ہیں کہ اس راہ میں پیمبر کے ساتھ مل کر جدوجہد کرنا ہوگا۔ ایک دو گھنٹے کے بعد بھاگ جانا مجاہد کا کام نہیں۔ بلکہ جان دینے کیلئے تیار رہنا اس کا کام ہے سو متقی کی نشانی استقامت ہے۔ جیسے کہ فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (حم السجدہ: 31) یعنی جنہوں نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہے اور استقامت دکھائی اور ہر طرف سے منہ پھیر کر اللہ کو ڈھونڈا۔ مطلب یہ کہ کامیابی استقامت پر موقوف ہے اور وہ اللہ کو پہچاننا اور کسی ابتلاء اور زلازل اور امتحان سے نہ ڈرنا ہے۔ ضرور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ مورد مخاطبہ و مکالمہ الٰہی انبیاء کی طرح ہوگا۔

ولی بننے کیلئے ابتلا ضروری ہیں

آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’بہت سے لوگ یہاں آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ پھونک مار کر عرش پر پہنچ جائیں اور واصلین سے ہو جاویں۔ ایسے لوگ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ وہ انبیاء کے حالات کو دیکھیں۔ یہ غلطی ہے جو کہا جاتا ہے کہ کسی ولی کے پاس جا کر صدہا ولی فی الفور بن گئے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (العنکبوت: 3) یعنی کیا لوگ یہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ یہ کہنے پر کہ ہم ایمان لے آئے، وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور آزمائے نہیں جائیں گے؟ جب تک انسان آزمایا نہ جاوے فتن میں نہ ڈالا جاوے، وہ کب ولی بن سکتا ہے۔

ایک مجلس میں بایزیدؒ وعظ فرما رہے تھے۔ وہاں ایک مشائخ زادہ بھی تھا جو ایک لمبا سلسلہ رکھتا تھا۔ اس کو آپ سے اندرونی بغض تھا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خاصہ ہے کہ پرانے خاندانوں کو چھوڑ کر کسی اور کو لے لیتا ہے۔ جیسے بنی اسرائیل کو چھوڑ کر بنی اسماعیل کو لے لیا۔ کیونکہ وہ لوگ عیش و عشرت میں پڑ کر خدا کو بھول گئے ہوتے ہیں۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (آل عمران: 141) یعنی اور یہ وہ ایام ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ سو اس شیخ زادے کو خیال آیا کہ یہ ایک معمولی خاندان کا آدمی ہے۔ کہاں سے ایسا صاحبِ خوارق آ گیا کہ لوگ اس کی طرف جھکتے ہیں اور ہماری طرف نہیں آتے۔‘‘ اب بھی بعض لوگوں میں یہ نقص پایا جاتا ہے کہ فلاں کا علم ہمارے سے کم ہے اور اس کو فلاں عہدہ ملا ہوا ہے اور ہم سے کوئی خدمت نہیں لی جا رہی۔

بہر حال فرماتے ہیں ’’یہ باتیں خدا تعالیٰ نے حضرت بایزیدؒ پر ظاہر کیں تو انہوں نے قصے کے رنگ میں یہ بیان شروع کیا کہ ایک جگہ مجلس میں رات کے وقت ایک لیمپ میں پانی سے ملا ہوا تیل جل رہا تھا۔ تیل اور پانی میں بحث ہوئی۔ پانی نے تیل کو کہا کہ تو کثیف اور گندہ ہے اور باوجود کثافت کے میرے اوپر آتا ہے۔ میں ایک مصفا چیز ہوں اور طہارت کیلئے استعمال کیا جاتا ہوں لیکن نیچے ہوں۔ اسکا باعث کیا ہے؟ تیل نے کہا کہ جس قدر صعوبتیں میں نے کھینچی ہیں تو نے وہ کہاں جھیلی ہیں، جس کے باعث یہ بلندی مجھے نصیب ہوئی۔ ایک زمانہ تھا جب میں بویا گیا، زمین میں مخفی رہا، خاکسار ہوا۔ پھر خدا کے ارادہ سے بڑھا۔ بڑھنے نہ پایا کہ کاٹا گیا۔ پھر طرح طرح کی مشقتوں کے بعد صاف کیا گیا۔ کولھو میں پیسا گیا۔ پھر تیل بنا اور آگ لگائی گئی۔ کیا ان مصائب کے بعد بھی بلندی حاصل نہ کرتا؟

یہ ایک مثال ہے کہ اہل اللہ مصائب و شدائد کے بعد درجات پاتے ہیں۔ لوگوں کا یہ خیال خام ہے کہ فلاں شخص فلاں کے پاس جا کر بلا مجاہدہ و تزکیہ ایک دم میں صدیقین میں داخل ہو گیا۔ قرآن شریف کو دیکھو کہ خدا کس طرح تم پر راضی ہو، جب تک نبیوں کی طرح تم پر مصائب و زلازل نہ آویں، جنہوں نے بعض وقت تنگ آ کر یہ بھی کہہ دیا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (البقرۃ: 215) یہاں تک کہ رسول اور وہ جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ سنو! یقیناً اللہ کی مدد قریب ہے۔ اللہ کے بندے ہمیشہ بلاؤں میں ڈالے گئے پھر خدا نے ان کو قبول کیا۔

ایمان بالغیب

ایمان بالغیب کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ تقویٰ جیسا کہ مَیں بیان کر آیا ہوں کسی قدر تکلف کو چاہتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (البقرہ: 3، 4) یعنی ہدایت دینے والی ہے متقیوں کو۔ جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اس میں ایک تکلف ہے مشاہدہ کے مقابل ایمان بالغیب لانا ایک قسم کے تکلف کو چاہتا ہے سو متقی کیلئے ایک حد تک تکلف ہے کیونکہ جب وہ صالح کا درجہ حاصل کرتا ہے تو پھر غیب اس کیلئے غیب نہیں رہتا کیونکہ صالح کے اندر سے ایک نہر کھلتی ہے جو اس میں سے نکل کر خدا تک پہنچتی ہے وہ خدا اور اسکی محبت کو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے کہ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (بنی اسرائیل: 73) کہ جو اِسی دنیا میں اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ اسی سے ظاہر ہے کہ جب تک انسان پوری روشنی اسی جہان میں نہ حاصل کر لے وہ کبھی خدا کا منہ نہ دیکھے گا۔ سو متقی کا یہی کام ہے کہ وہ ہمیشہ ایسے سرمے تیار کرتا رہے جس سے اس کا روحانی نزول الماء دور ہو جائے۔ اب اس سے ظاہر ہے کہ متقی شروع میں اندھا ہوتا ہے۔ مختلف کوششوں اور تزکیوں سے وہ نور حاصل کرتا ہے۔ پس جب سوجاکھا ہو گیا اور صالح بن گیا پھر ایمان بالغیب نہ رہا اور تکلف بھی ختم ہو گیا۔ جیسے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بِرَاْيِ الْعَيْنِ اسی عالم میں بہشت و دوزخ وغیرہ سب کچھ مشاہدہ کرایا گیا جو متقی کو ایک ایمان بالغیب کے رنگ میں ماننا پڑتا ہے وہ تمام آپ کے مشاہدہ میں آ گیا۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ متقی اگرچہ اندھا ہے اور تکلف کی تکلیف میں ہے لیکن صالح ایک دارالامان میں آ گیا ہے اور اس کا نفس نفس مطمئنہ ہو گیا ہے متقی اپنے اندر ایمان بالغیب کی کیفیت رکھتا ہے وہ اندھا دھند طریق سے چلتا ہے اس کو کچھ خبر نہیں ہر ایک بات پر اس کا ایمان بالغیب ہے یہی اس کا صدق ہے اور اس صدق کے مقابل خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ فلاح پائے گا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرہ: 6)

اقامتِ صلوٰۃ

پھر نماز کے قیام کے بارہ میں آپؑ فرماتے ہیں: ’’اسکے بعد متقی کی شان میں آیا ہے وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ (البقرہ: 4) یعنی وہ نماز کو کھڑی کرتا ہے یہاں لفظ کھڑی کرنے کا آیا ہے یہ بھی اس تکلف کی طرف اشارہ کرتا ہے جو متقی کا خاصہ ہے یعنی جب وہ نماز شروع کرتا ہے تو طرح طرح کے وساوس کا اسے مقابلہ ہوتا ہے جن کے باعث اس کی نماز گویا بار بار گری پڑتی ہے جس کو اس نے کھڑا کرنا ہے۔ جب اس نے اَللّٰهُ اَكْبَر کہا تو ایک ہجوم وساوس ہے جو اس کے حضور قلب میں تفرق ڈال رہا ہے وہ ان سے کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے، پریشان ہوتا ہے، ہر چند حضور و ذوق کیلئے لڑتا مرتا ہے لیکن نماز جو گری پڑتی ہے بڑی جان کنی سے اسے کھڑا کرنے کے فکر میں ہے۔ بار بار اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْن کہہ کر نماز کے قائم کرنے کیلئے دعا مانگتا ہے اور ایسے اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم کی ہدایت چاہتا ہے جس سے اس کی نماز کھڑی ہو جائے۔ ان وساوس کے مقابل میں متقی ایک بچہ کی طرح ہے جو خدا کے آگے گڑگڑاتا ہے روتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ (الاعراف: 177) ہو رہا ہوں (یعنی زمین کی طرف جھک گیا) سو یہی وہ جنگ ہے جو متقی کو نماز میں نفس کے ساتھ کرنی ہوتی ہے اور اسی پر ثواب مترتب ہوگا۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نماز میں وساوس کو فی الفور دور کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ کی منشاء کچھ اور ہے۔ کیا خدا نہیں جانتا؟ حضرت شیخ عبد القادر گیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے کہ ثواب اس وقت تک ہے جب تک مجاہدات ہیں اور جب مجاہدات ختم ہوئے تو ثواب ساقط ہو جاتا ہے۔ گویا صوم و صلوٰۃ اس وقت تک

IMPERIAL GARDEN FUNCTION HALL
a desired destination for royal weddings & celebrations.
2 - 14 -122 / 2 - B , Bushra Estate
HYDRABAD ROAD, YADGIR - 585201
Contact Number : 09440023007, 08473296444

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود
تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا
یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے (تذکرہ، صفحہ 8)
(الہام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)
Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

اعمال ہیں جب تک ایک جدوجہد سے وساوس کا مقابلہ ہے لیکن جب ان میں ایک اعلیٰ درجہ پیدا ہوگیا اور صاحب صوم وصلوٰۃ تقوی کے تکلف سے بچ کر صلاحیت سے رنگین ہوگیا تو اب صوم وصلوۃ اعمال نہیں رہے۔ اس موقع پر انہوں نے سوال کیا کہ کیا اب نماز معاف ہو جاتی ہے؟ کیونکہ ثواب تو اس وقت تھا جس وقت تک تکلف کرنا پڑتا تھا۔ سو بات یہ ہے کہ نماز اب عمل نہیں بلکہ ایک انعام ہے۔ یہ نماز اس کی ایک غذا ہے جو اس کیلئے قرۃ العین ہے۔ یہ گویا نقد بہشت ہے۔

مقابل میں وہ لوگ جو مجاہدات میں ہیں وہ کشتی کر رہے ہیں اور یہ نجات پا چکا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا سلوک جب ختم ہوا تو اس کے مصائب بھی ختم ہو گئے مثلاً ایک مخنث اگر یہ کہے کہ وہ کبھی کسی عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا تو وہ کونسی نعمت یا ثواب کا مستحق ہے۔ اس میں تو صفت بدنظری ہے ہی نہیں، لیکن اگر ایک مرد صاحب رجولیت ایسا کرے تو ثواب پائے گا۔ اسی طرح انسان کو ہزاروں مقامات طے کرنے پڑتے ہیں۔ بعض بعض امور میں اس کی مشاقی اس کو قادر کر دیتی ہے۔ نفس کے ساتھ اسکی مصالحت ہوگئی اب وہ ایک بہشت میں ہے لیکن وہ پہلا سا ثواب نہیں رہے گا۔ وہ ایک تجارت کر چکا ہے جس کا وہ نفع اٹھا رہا ہے، لیکن پہلا رنگ نہ رہے گا۔ انسان میں ایک فعل تکلف سے کرتے کرتے طبیعت کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک شخص جو طبعی طور سے لذت پاتا ہے وہ اس قابل نہیں رہتا کہ اس کام سے ہٹایا جاوے۔ وہ طبعاً یہاں سے ہٹ نہیں سکتا۔ سو اِتِّقَا اور تقویٰ کی حد تک پورا انکشاف نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک قسم کا دعویٰ ہے۔

تو یہاں ان لوگوں کی بھی تسلی ہو جانی چاہئے جو گھبرا گھبرا کر لکھ رہے ہوتے ہیں کہ ہمیں نماز میں سرور نہیں آتا، توجہ نہیں پیدا ہوتی جو ہم چاہتے ہیں۔ اور بار بار ہماری توجہ اس طرف سے پھر رہی ہوتی ہے۔ بار بار ہم اپنی توجہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔ خوفزدہ ہو رہے ہوتے ہیں کہ شیطان ہم پر غلبہ پا رہا ہے۔ تو مستقل مزاجی شرط ہے۔ یہ طریق ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سکھا دیا ہے۔ اس پر قائم رہیں تو اس وقت نمازوں میں سرور بھی آنا شروع ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

انفاق من رزق اللہ

پھر جو اللہ تعالیٰ نے رزق دیا اس کو کس طرح خرچ کرنا ہے اس بارہ میں آپؑ فرماتے ہیں: ’’اسکے بعد متقی کی شان میں وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ:4) آیا ہے (یعنی اور جو کچھ ہم انہیں رزق دیتے ہیں اس میں سے خرچ کرتے ہیں) یہاں متقی کیلئے مِمَّا کا لفظ استعمال کیا کیونکہ اس وقت وہ ایک اعمیٰ کی حالت میں ہے اس لئے جو خدا نے اس کو دیا اس میں سے کچھ خدا کے نام کا دیا۔ حق یہ ہے کہ اگر وہ آنکھ رکھتا تو دیکھ لیتا کہ اسکا کچھ بھی نہیں سب کچھ خدا تعالیٰ کا ہی ہے۔ یہ ایک حجاب تھا جو اِتِّقَا میں لازمی ہے اس حالت اِتِّقَا کے تقاضے نے متقی سے خدا کے دیئے میں سے کچھ دلوایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایام وفات میں دریافت فرمایا کہ گھر میں کچھ ہے؟ معلوم ہوا کہ ایک دینار تھا۔ فرمایا کہ یہ سیرت یگانگت سے بعید ہے کہ ایک چیز بھی اپنے پاس رکھی جاوے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِتِّقَا کے درجہ سے گزر کر صلاحیت تک پہنچ چکے تھے، اس لئے مِمَّا ان کی شان میں نہ آیا، کیونکہ وہ شخص اندھا ہے جس نے کچھ اپنے پاس رکھا اور کچھ خدا کو دیا، لیکن یہ لازمۂ متقی تھا کیونکہ خدا کی راہ میں دینے سے بھی اسے نفس کے ساتھ جنگ تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کچھ دیا اور کچھ رکھا۔ ہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کچھ خدا کی راہ میں دے دیا اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا۔

یہاں بھی قرآن کریم نے جو انسان کو تمام مراحل ترقی کے طے کرانے آیا ہے۔ اتقا سے شروع کیا ہے۔ یہ ایک تکلف کا راستہ ہے۔ یہ ایک خطرناک میدان ہے۔ اس کے ہاتھ میں تلوار ہے اور مقابل بھی تلوار ہے۔ اگر بچ گیا تو نجات پا گیا وَ اِلَّا اَسْفَلُ السَّافِلِيْنَ میں پڑ گیا۔ چنانچہ یہاں متقی کی صفات میں یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ ہم دیتے ہیں اسے سب کا سب خرچ کر دیتا ہے متقی میں اس قدر ایمانی طاقت نہیں ہوتی جو نبی کی شان ہوتی ہے کہ وہ ہمارے ہادیٔ کامل کی طرح کل کا کل خدا کا دیا ہوا خدا کو دے دے۔ اسی لئے پہلے مختصر سا ٹیکس لگایا گیا تا کہ چاشنی چکھ کر زیادہ ایثار کیلئے تیار ہو جاوے۔

اب جماعت پر یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر مالی قربانی کے اس نقطہ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آج کئی ایسے احمدی مل جاتے ہیں جو مستقل مالی قربانیوں کے علاوہ لاکھوں کروڑوں روپے خلیفۂ وقت کو پیش کر رہے ہوتے ہیں کہ جہاں چاہیں خرچ کرلیں جبکہ دوسرے اپنی عیاشیوں میں پڑے ہوئے ہیں اور ایک ایک شخص کے پاس شاید سینکڑوں امیر ترین احمدیوں کے پیسوں کے مقابلہ میں بھی بہت زیادہ پیسہ ہوگا لیکن خدا کی راہ میں ایک احمدی کی قربانی کا شاید ہزارواں بلکہ لاکھواں حصہ بھی وہ خرچ نہیں کر سکتے۔ پس جس فکر اور دعا سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کو اس قربانی کی طرف توجہ دلائی ہے اس کام کو، اس تعلیم کو ہم نے آگے چلانا ہے، آگے بڑھانا ہے۔ ہمارا بھی یہ فرض ہے کہ اپنی نسلوں میں بھی اس ذکر اور دعا کو فکر کے ساتھ قربانی کے معیار کو جاری کریں اور قائم رکھیں بلکہ بڑھائیں کیونکہ زندہ قومیں اپنا قدم آگے بڑھاتی ہیں۔

رزق سے مراد

پھر آپ فرماتے ہیں کہ رزق سے کیا مراد ہے۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ:4) (یعنی اور جو کچھ ہم انہیں رزق دیتے ہیں اس میں سے خرچ کرتے ہیں) رزق سے مراد صرف مال نہیں بلکہ جو کچھ ان کو عطا ہوا۔ علم، حکمت، طبابت۔ یہ سب رزق میں ہی شامل ہے۔ اس کو اسی میں سے خدا کی راہ میں بھی خرچ کرنا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اسکے بعد متقی کیلئے فرمایا وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (البقرہ:5) یعنی وہ متقی ہوتے ہیں جو پہلی نازل شدہ کتب پر اور تجھ پر جو کتاب نازل ہوئی اس پر ایمان لاتے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ امر بھی تکلف سے خالی نہیں۔ ابھی تک ایمان ایک محجوبیت کے رنگ میں ہے۔ متقی کی آنکھیں معرفت اور بصیرت کی نہیں۔ اس نے تقوی سے شیطان کا مقابلہ کر کے ابھی تک ایک بات کو مان لیا ہے۔ یہی حال اس وقت ہماری جماعت کا ہے۔ انہوں نے بھی تقوی سے مانا تو ہے پر ابھی تک وہ نہیں جانتے کہ یہ جماعت کہاں تک نشوونما الٰہی ہاتھوں سے پانے والی ہے۔ سو یہ ایک ایمان ہے جو بالآخر فائدہ رساں ہوگا۔

یقین کا لفظ جب عام طور پر استعمال ہو تو اس سے مراد اس کا ادنیٰ درجہ ہوتا ہے یعنی علم کے تین مدارج میں سے ادنیٰ درجہ کا علم یعنی علم الیقین۔ اس درجہ پر اِتِّقَا والا ہوتا ہے مگر بعد اسکے عین الیقین اور حق الیقین کا مرتبہ بھی تقوی کے مراحل طے کرنے کے بعد حاصل کر لیتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’تقویٰ کوئی چھوٹی چیز نہیں۔ اس کے ذریعہ سے ان تمام شیطانوں کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے جو انسان کی ہر ایک اندرونی طاقت وقوت پر غلبہ پائے ہوئے ہیں۔ یہ تمام قوتیں نفس امارہ کی حالت میں انسان کے اندر شیطان ہیں اگر اصلاح نہ پائیں گی تو انسان کو غلام کرلیں گی۔ علم و عقل ہی برے طور پر استعمال ہو کر شیطان ہو جاتے ہیں۔ متقی کا کام ان کی اور ایسا ہی اور دیگر کُل قُویٰ کی تعدیل کرنا ہے۔

سچے مذہب کی نشانی

سچے مذہب کی کیا نشانی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ’’سچا مذہب انسانی قویٰ کا مربی ہوتا ہے۔ ایسا ہی جو لوگ انتقام، غضب یا نکاح کو ہر حال میں برا مانتے ہیں، وہ بھی صحیفۂ قدرت کے مخالف ہیں اور قویٰ انسانی کا مقابلہ کرتے ہیں۔ سچا مذہب وہی ہے جو انسانی قوی کا مربی ہو، نہ کہ ان کا استیصال کرے۔ رجولیت یا غضب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے فطرت انسانی میں رکھے گئے ہیں ان کو چھوڑنا خدا کا مقابلہ کرنا ہے جیسے تارک الدنیا ہونا یا راہب بن جانا۔ یہ تمام امور حق العباد کو تلف کرنے والے ہیں اگر یہ امر ایسا ہی ہوتا تو گویا اس خدا پر اعتراض ہے جس نے یہ قویٰ ہم میں پیدا کئے۔ پس ایسی تعلیمات جو انجیل میں ہیں اور جن سے قوی کا استیصال لازم آتا ہے ضلالت تک پہنچاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو اس کی تعدیل کا حکم دیتا ہے ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔ جیسے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ... الخ (النحل:91) یعنی یقیناً اللہ عدل کا اور احسان کا اور اقرباء پر کی جانے والی عطا کی طرح عطا کا حکم دیتا ہے۔ عدل ایک ایسی چیز ہے جس سے سب کو فائدہ اٹھانا چاہئے۔ حضرت مسیح کا یہ تعلیم دینا کہ اگر تو بری آنکھ سے دیکھے تو آنکھ نکال ڈال۔ اس میں بھی قوی کا استیصال ہے کیونکہ ایسی تعلیم نہ دی کہ تو غیر محرم عورت کو ہرگز نہ دیکھ مگر برخلاف اسکے اجازت دی کہ دیکھ تو ضرور لیکن زنا کی آنکھ سے نہ دیکھ۔ دیکھنے سے تو ممانعت ہے ہی نہیں۔ دیکھے گا تو ضرور، بعد دیکھنے کے دیکھنا چاہئے کہ اس کے قویٰ پر کیا اثر ہوگا۔ کیوں نہ قرآن شریف کی طرح آنکھ کو ٹھوکر والی چیز ہی کے دیکھنے سے روکا اور آنکھ جیسی مفید اور قیمتی چیز کو ضائع کر دینے کا افسوس لگایا۔

اسلامی پردہ سے مراد

اس ضمن میں اسلامی پردہ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ ’’آجکل پردے پر حملے کئے جاتے ہیں لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ اسلامی پردہ سے مراد زنداں نہیں بلکہ ایک قسم کی روک ہے کہ غیر مرد اور عورت ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکے۔ جب پردہ ہوگا ٹھوکر سے بچیں گے۔ ایک منصف مزاج کہہ سکتا ہے کہ ایسے لوگوں میں جہاں غیر مرد وعورت اکٹھے بلا تامل اور بے محابا مل سکیں، سیریں کریں کیوں کر جذبات نفس سے اضطراراً ٹھوکر نہ کھائیں گے۔ بسا اوقات سننے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسی قومیں غیر مرد اور عورت کے ایک مکان میں تنہا رہنے کو حالانکہ دروازہ بھی بند ہو، کوئی عیب نہیں سمجھتیں۔ یہ گویا تہذیب ہے۔ انہیں بد نتائج کو روکنے کیلئے شارع اسلام نے وہ باتیں کرنے کی اجازت ہی نہ دی، جو کسی کی ٹھوکر کا باعث ہوں۔ ایسے موقع پر یہ کہہ دیا کہ جہاں اس طرح غیر محرم مرد وعورت ہر دو جمع ہوں، تیسرا ان میں شیطان ہوتا ہے۔ ان ناپاک نتائج پر غور کرو جو یورپ اس خَلِيْعُ الرَّسَنْ تعلیم سے بھگت رہا ہے۔ بعض جگہ بالکل قابل شرم طوائفانہ زندگی بسر کی جارہی ہے۔ یہ انہی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ اگر کسی چیز کو خیانت سے بچانا چاہتے ہو تو حفاظت کرو۔ لیکن اگر حفاظت نہ کرو اور یہ سمجھ رکھو کہ بھلے مانس لوگ ہیں، تو یاد رکھو کہ ضرور وہ چیز تباہ ہوگی۔ اسلامی تعلیم کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ جس نے مرد وعورت کو الگ رکھ کر ٹھوکر سے بچایا اور انسان کی زندگی حرام اور تلخ نہیں کی جس کے باعث یورپ نے آئے دن کی خانہ جنگیاں اور خودکشیاں دیکھیں۔ بعض شریف عورتوں کا طوائفانہ زندگی بسر کرنا ایک عملی نتیجہ اس اجازت کا ہے جو غیر عورت کو دیکھنے کیلئے دی گئی ہے۔

اب اس ضمن میں ایک اور وضاحت بھی کرتا ہوں۔ یہ اسلامی تعلیم کا جو نقشہ مسیح موعود علیہ السلام نے پیش فرمایا ہے اس پر عمل کرنے کی ہمیں پہلے سے بڑھ کر آج ضرورت ہے جبکہ مادیت کا بہت زور ہے۔ اخلاقی اقدار بالکل ختم ہو چکی ہیں۔ رابطے اتنے بڑھ چکے ہیں کہ مشرق و مغرب کی کوئی تخصیص نہیں رہی۔ اب انٹرنیٹ کو ہی لے لیں جہاں ان کے فوائد ہیں وہاں نقصانات بھی ہیں۔ اب یہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ اتفاقاً رابطہ ہوتا ہے، ایک دوسرے کا پتا بھی نہیں ہوتا۔ بات چیت شروع ہو جاتی ہے۔ اور پھر اب یہ بھی سہولتیں میسر ہیں کہ ایک دوسرے کی تصویر، حرکات وسکنات بھی دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ غلط قسم کے لڑکے مستقل اپنے کمپیوٹر کے سامنے اس لئے بیٹھے ہوتے ہیں کہ کب کسی معصوم لڑکی سے رابطہ ہو اور پھر اس کو ورغلا کر اس کی زندگی برباد کی جائے۔ کئی واقعات ایسے ہو چکے ہیں۔ لڑکیوں کی اس طرح تصویریں بھیجنا بھی بے پردگی کے زمرے میں آتا ہے۔ تو عموماً دیکھا گیا ہے کہ یہ دوستیاں، یہ رشتے نیک نتائج کے حامل نہیں ہوتے۔ ماں باپ خاندانوں کی بدنامی کا باعث ہی ہوتے ہیں اور کبھی اگر رشتے ہو بھی جائیں تو کامیاب نہیں ہوتے۔ احمدی لڑکوں اور لڑکیوں کو اس سے بہرحال اجتناب کرنا چاہئے، بہت احتیاط کرنی چاہئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دنیا سے بے رغبت اور بے نیاز ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرنے لگے گا
جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کی خواہش چھوڑ دو، لوگ تجھ سے محبت کرنے لگ جائیں گے
(ابن ماجہ باب الزھد فی الدنیا)

طالب دعا : اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلاپالم، صوبہ تامل ناڈو)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایسے شخص کے پاس بیٹھنا مفید ہے جس کو دیکھنے کی وجہ سے تمہیں خدا یاد آوے
جس کی باتوں سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جس کے عمل کو دیکھ کر تمہیں آخرت کا خیال آئے
(الترغیب والترھیب، الترغیب فی مجالسۃ العلماء صفحہ 76 جلد 1، بحوالہ ابو یعلیٰ)

طالب دعا : مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

’’اللہ تعالیٰ نے جس قدر قوی عطا فرمائے، وہ ضائع کرنے کیلئے نہیں دیئے گئے ان کی تعدیل اور جائز استعمال کرنا ہی ان کی نشوونما ہے۔ اسی لئے اسلام نے قوائے رجولیت یا آنکھ کے نکالنے کی تعلیم نہیں دی بلکہ ان کا جائز استعمال اور تزکیہ نفس کرایا۔ جیسے فرمایا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (المومنون: 2) اور ایسے ہی یہاں بھی فرمایا۔ متقی کی زندگی کا نقشہ کھینچ کر آخر میں بطور نتیجہ یہ کہا۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرہ: 6) یعنی وہ لوگ جو تقوی پر قدم مارتے ہیں۔ ایمان بالغیب لاتے ہیں۔ نماز ڈگمگاتی ہے پھر اسے کھڑا کرتے ہیں۔ خدا کے دیئے ہوئے سے دیتے ہیں۔ باوجود خطرات نفس بلاسوچے، گزشتہ اور موجودہ کتاب اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ ’’ایمان بالغیب کی طرف اشارہ ہے۔‘‘ اور آخر کار وہ یقین تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے سر پر ہیں۔ وہ ایک ایسی سڑک پر ہیں جو برابر آگے کو جارہی ہے اور جس سے آدمی فلاح تک پہنچتا ہے۔ پس یہی لوگ فلاح یاب ہیں جو منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے اور راہ کے خطرات سے نجات پاچکے ہیں، اس لئے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں تقوی کی تعلیم دے کر ایک ایسی کتاب ہم کو عطا کی جس میں تقوی کے وصایا بھی دیئے۔

اہل تقویٰ کیلئے ایک اہم شرط

سو ہماری جماعت یہ غم کل دنیوی غموں سے بڑھ کر اپنی جان پر لگائے کہ ان میں تقوی ہے یا نہیں۔‘‘

’’اہل تقویٰ کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کریں۔ یہ تقوی کی ایک شاخ ہے جس کے ذریعہ سے ہمیں ناجائز غضب کا مقابلہ کرنا ہے۔ بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کیلئے آخری اور کڑی منزل غضب سے بچنا ہی ہے۔ عجب و پندار غضب سے پیدا ہوتا ہے اور ایسا ہی کبھی خود غضب عجب و پندار کا نتیجہ ہوتا ہے، کیونکہ غضب اس وقت ہوگا جب انسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے۔‘‘

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ ’’میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظر استخفاف سے دیکھیں۔ خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے یا چھوٹا کون ہے۔ یہ ایک قسم کی تحقیر ہے جس کے اندر حقارت ہے، ڈر ہے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جائے۔ بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں۔ لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سنے، اسکی دل جوئی کرے، اسکی بات کی عزت کرے، کوئی چڑ کی بات منہ پر نہ لاوے کہ جس سے دکھ پہنچے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ۔ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الحجرات: 12) تم ایک دوسرے کا چڑ کے نام نہ لو۔ یہ فعل فُسّاقٌ و فُجّارٌ کا ہے۔ جو شخص کسی کو چڑاتا ہے، وہ نہ مرے گا جب تک وہ خود اسی طرح مبتلا نہ ہوگا۔ اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو۔ جب ایک ہی چشمہ سے کل پانی پیتے ہو، تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔ مکرم و معظم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ہوسکتا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (الحجرات: 14) یعنی بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا اور ہمیشہ باخبر ہے۔

اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ایک دوسرے کا خیال رکھنے والے بن جائیں، آپس میں ایک دوسرے کیلئے عزت و احترام دلوں میں پیدا کرلیں تو سارے جھگڑے ختم ہوجائیں۔ بھائی بھائی کا احترام کرے، خاوند بیوی ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کرنے والے اور احترام کرنے والے بن جائیں تو ایک حسین معاشرہ انشاءاللہ قائم ہوجائے گا۔

متقی کون ہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’خدا کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ متقی وہ ہوتے ہیں جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں۔ وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے۔ ان کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے۔ ہم کو ہر حال میں وہ کرنا چاہئے جس سے ہماری فلاح ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں۔ وہ خاص تقوی کو چاہتا ہے جو تقویٰ کرے گا وہ مقام اعلیٰ کو پہنچے گا۔ آنحضرت ﷺ یا حضرت ابراہیم علیہ السلام میں سے کسی نے وراثت سے تو عزت نہیں پائی۔ گو ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والد ماجد عبداللہ مشرک نہ تھے، لیکن اس نے نبوت تو نہیں دی۔ یہ تو فضل الٰہی تھا ان صدقوں کے باعث جو ان کی فطرت میں تھے۔ یہی فضل کے محرک تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو ابوالانبیاء تھے، انہوں نے اپنے صدق و تقوی سے ہی بیٹے کو قربان کرنے میں دریغ نہ کیا۔ خود آگ میں ڈالے گئے۔ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہی صدق و وفا دیکھئے! آپؐ نے ہر قسم کی بدتحریک کا مقابلہ کیا۔ طرح طرح کے مصائب و تکالیف اٹھائے، لیکن پرواہ نہ کی۔ یہی صدق و وفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب: 57) ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے رسول پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم درود و سلام بھیجو نبیؐ پر۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کیلئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔ لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کئے یعنی آپؐ کے اعمال صالحہ کی تعریف تحدید سے بیرون تھی۔ اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپؐ کی روح میں وہ صدق و وفا تھا اور آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کیلئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں۔ آپ کی ہمت و صدق وہ تھا کہ اگر ہم اوپر یا نیچے نگاہ کریں، تو اس کی نظیر نہیں ملتی۔ خود حضرت مسیح کے وقت کو دیکھ لیا جاوے کہ ان کی ہمت یا روحانی صدق و وفا کا کہاں تک اثر ان کے پیروؤں پر ہوا۔ ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ ایک بدروش کو درست کرنا کس قدر مشکل ہے۔ عادات راسخہ کا گنوانا کیسا محالات سے ہے، لیکن ہمارے مقدس نبی ﷺ نے تو ہزاروں انسانوں کو درست کیا، جو حیوانوں سے بدتر تھے۔ بعض، ماؤں اور بہنوں میں حیوانوں کی طرح فرق نہ کرتے تھے۔ یتیموں کا مال کھاتے، مردوں کا مال کھاتے۔ بعض ستارہ پرست، بعض دہریہ، بعض عناصر پرست تھے۔ جزیرہ عرب کیا تھا ایک مجموعہ مذاہب اپنے اندر رکھتا تھا۔‘‘

نبی کریمؐ کا عظیم الشان معجزہ

’’ہمارے نبی اکملؐ کی برکات جس قدر ظہور میں آئیں اگر تمام خوارق کو الگ کر دیا جائے تو صرف آپ کی اصلاح ہی ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ اگر کوئی اس حالت پر غور کرے، جب آپؐ آئے۔ پھر اس حالت کو دیکھے، جو آپؐ چھوڑ گئے تو اس کو ماننا پڑے گا کہ یہ اثر بذات خود ایک اعجاز تھا، اگرچہ کل انبیاء عزت کے قابل ہیں لیکن ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (الجمعہ: 5) یعنی یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اُس کو جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لاتے تو نبوت تو درکنار خدائی کا ثبوت بھی اس طرح نہ ملتا۔ آپؐ ہی کی تعلیم سے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (الاخلاص) کا پتا لگا۔ یعنی تُو کہہ دے کہ وہ اللہ ایک ہی ہے۔ اللہ بے احتیاج ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور اُس کا کبھی کوئی ہمسر نہیں ہوا۔

اگر تورات میں کوئی ایسی تعلیم ہوتی اور قرآن مجید اسکی تصریح ہی کرتا تو نصاریٰ کا وجود ہی کیوں ہوتا۔

آپ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں سب سچائیاں ہیں۔ غرض قرآن شریف نے جس قدر تقوی کی راہیں بتلائیں اور ہر طرح کے انسانوں اور مختلف عقل والوں کی پرورش کرنے کے طریق سکھلائے ایک جاہل، عالم اور فلسفی کی پرورش کے راستے ہر طبقے کے سوالات کے جوابات غرضیکہ کوئی فرقہ نہ چھوڑا، جسکی اصلاح کے طریق نہ بتائے۔ یہ ایک صحیفۂ قدرت تھا۔ جیسے کہ فرمایا فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البینہ: 4) یہ وہ صحیفے ہیں، جن میں کل سچائیاں ہیں۔ یہ کیسی مبارک کتاب ہے کہ اس میں سب سامان اعلیٰ درجہ تک پہنچنے کے موجود ہیں۔

مسیح ومہدی

فرماتے ہیں ’’لیکن افسوس ہے کہ جیسے حدیث میں آیا ہے کہ ایک درمیانی زمانہ آوے گا جو فیج اعوج ہے۔‘‘ یعنی بگڑے ہوئے لوگوں کا زمانہ۔ ’’یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک میرا زمانہ برکت والا ہے ایک آنے والے مسیح ومہدی کا۔ مسیح ومہدی کوئی دو الگ اشخاص نہیں ان سے مراد ایک ہی ہے مہدی ہدایت یافتہ سے مراد ہے۔ کوئی یہ نہیں کہ سکتا کہ مسیح مہدی نہیں۔ مہدی مسیح ہو یا نہ ہو لیکن مسیح کے مہدی ہونے سے انکار کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ اصل میں اللہ تعالیٰ نے یہ دو الفاظ سب و شتم کے مقابل بطور ذب کے رکھے ہیں کہ وہ کافر، ضال، مضل نہیں۔ بلکہ مہدی ہے چونکہ اس کے علم میں تھا کہ آنے والے مسیح ومہدی کو دجال و گمراہ کہا جائے گا، اس لئے اس کو مسیح ومہدی کہا گیا دجال کا تعلق اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ (الاعراف: 177) سے تھا اور مسیح کا رفع آسمانی ہونا تھا۔ سو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا تھا اس کی تکمیل دو ہی زمانوں میں ہونی تھی۔ ایک آپؐ کا زمانہ اور ایک آخری مسیح ومہدی کا زمانہ۔ یعنی ایک زمانہ میں تو قرآن اور سچی تعلیم نازل ہوئی لیکن اس تعلیم پر فیج اعوج کے زمانہ نے پردہ ڈال دیا۔ جس پردہ کا اٹھایا جانا مسیح کے زمانہ میں مقدر تھا۔ جیسے کہ فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک تو موجودہ جماعت یعنی جماعت صحابہ کرامؓ کا تزکیہ کیا اور ایک آنے والی جماعت کا جسکی شان میں لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعہ: 4) آیا ہے یعنی جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ یہ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے بشارت دی کہ ضلالت کے وقت اللہ تعالیٰ اس دین کو ضائع نہ کرے گا۔ بلکہ آنے والے زمانہ میں خدا تعالیٰ حقائق قرآنیہ کو کھول دے گا۔ آثار میں ہے کہ آنے والے مسیح کی ایک یہ فضیلت ہوگی کہ وہ قرآنی فہم اور معارف کا صاحب ہوگا اور صرف قرآن سے استنباط کرکے لوگوں کو ان کی غلطیوں سے متنبہ کرے گا جو حقائق قرآن کی ناواقفیت سے لوگوں میں پیدا ہوگئی ہوں گی۔

جہاد کی حقیقت

اب جہاد کی حقیقت کے بارہ میں آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’اللہ تعالیٰ بعض مصالح کے رو سے ایک فعل کرتا ہے اور آئندہ جب وہ فعل معرض اعتراض ٹھہرتا ہے تو پھر وہ فعل نہیں کرتا۔ اولاً ہمارے رسول اکرم ﷺ نے کوئی تلوار نہ اٹھائی مگر انکو سخت سے سخت تکالیف برداشت کرنی پڑیں۔ تیرہ سال کا عرصہ ایک بچے کو بالغ کرنے کیلئے کافی ہے اور حضرت مسیح کی میعاد تو اگر اس میعاد میں سے دس نکال دیں تو پھر بھی کافی ہوتی ہے۔ غرض اس لمبے عرصے میں کوئی یا کسی رنگ کی تکلیف نہ تھی جو اٹھانی نہ پڑی ہو۔ آخرکار وطن سے نکلے تو تعاقب ہوا دوسری جگہ پناہ لی، تو دشمن نے وہاں بھی نہ چھوڑا جب یہ حالت ہوئی تو مظلوموں کو ظالموں کے ظلم سے بچانے کیلئے حکم ہوا۔ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ۔ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ (الحج: 40، 41) کہ جن لوگوں کے ساتھ لڑائیاں خواہ مخواہ کی گئیں اور گھروں سے ناحق نکالے گئے، صرف اس لیے کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ سو یہ ضرورت تھی کہ تلوار اٹھائی گئی۔ وَاِلَّا حضرت کبھی تلوار نہ اٹھاتے۔ ہاں ہمارے زمانہ میں ہمارے برخلاف قلم اٹھائی گئی ہے، قلم سے ہم کو اذیت دی گئی اور سخت ستایا گیا، اس لئے اس کے مقابل پر قلم ہی ہمارا حربہ ہے۔‘‘

جماعت کیلئے نصیحت

جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ جس قدر کوئی شخص قرب حاصل کرتا ہے، اسی قدر مؤاخذہ کے قابل ہے۔ اہل بیت زیادہ مؤاخذہ کے لائق تھے۔ وہ لوگ جو دور ہیں، وہ قابل مؤاخذہ نہیں، لیکن تم ضرور ہو۔ اگر تم میں ان پر کوئی ایمانی زیادتی نہیں، تو تم میں اور ان میں کیا فرق ہوا۔ تم ہزاروں کے زیر نظر ہو۔ وہ لوگ گورنمنٹ کے جاسوسوں کی طرح

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

انسان خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے دو چیزوں کا محتاج ہے
اوّل بدی سے پرہیز کرنا، دوم نیکی کے اعمال کو حاصل کرنا

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 62)

طالب دعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ ارول (بہار)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

اسلام میں یہ ہدایت ہی نہیں کہ
کسی شخص کو جبر اور قتل کی دھمکی سے دین میں داخل کیا جائے

(مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 12)

طالب دعا: قریشی محمد عبداللہ تیاپوری، سابق امیر ضلع و افراد خاندان و مرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

تمہاری حرکات وسکنات کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ سچے ہیں۔ جب مسیح کے ساتھی صحابہؓ کے ہمدوش ہونے لگے ہیں، تو کیا آپ ویسے ہیں؟ جب آپ لوگ ویسے نہیں، تو قابل گرفت ہیں۔ گو یہ ابتدائی حالت ہے لیکن موت کا کیا اعتبار ہے۔ موت ایک ایسا ناگزیر امر ہے جو ہر شخص کو پیش آتا ہے۔ جب یہ حالت ہے تو پھر آپ کیوں غافل ہیں۔ جب کوئی شخص مجھ سے تعلق نہیں رکھتا، تو یہ امر دوسرا ہے، لیکن جب آپ میرے پاس آئے، میرا دعویٰ قبول کیا اور مجھے مسیح مانا، تو گویا من وجہٍ آپ نے صحابہ کرامؓ کے ہمدوش ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ تو کیا صحابہؓ نے کبھی صدق ووفا پر قدم مارنے سے دریغ کیا، ان میں کوئی کسل تھا، کیا وہ دل آزار تھے؟، کیا ان کو اپنے جذبات پر قابو نہ تھا؟، کیا وہ منکسر المزاج نہ تھے، بلکہ ان میں پرلے درجہ کا انکسار تھا۔ سو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی ویسی ہی توفیق عطا کرے کیونکہ تذلل اور انکساری کی زندگی کوئی شخص اختیار نہیں کر سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہ کرے۔ اپنے آپ کو ٹٹولو اور اگر بچہ کی طرح اپنے آپ کو کمزور پاؤ، تو گھبراؤ نہیں۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا صحابہ کی طرح جاری رکھو۔ راتوں کو اٹھو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ دکھلائے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ نے بھی تدریجاً تربیت پائی۔ وہ پہلے کیا تھے۔ ایک کسان کی تخم ریزی کی طرح تھے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے آبپاشی کی۔ آپ نے ان کیلئے دعائیں کیں۔ بیج صحیح تھا اور زمین عمدہ تو اس آبپاشی سے پھل عمدہ نکلا جس طرح حضور علیہ السلام چلتے اسی طرح وہ چلتے وہ دن کا یا رات کا انتظار نہ کرتے تھے تم لوگ سچے دل سے توبہ کرو، تہجد میں اٹھو، دعا کرو، دل کو درست کرو، کمزوریوں کو چھوڑ دو اور خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنے قول وفعل کو بناؤ۔ یقین رکھو کہ جو اس نصیحت کو ورد بنائے گا اور عملی طور سے دعا کرے گا اور عملی طور پر التجاء خدا کے سامنے لائے گا اللہ تعالیٰ اس پر فضل کرے گا اور اس کے دل میں تبدیلی ہوگی۔ خدا تعالیٰ سے ناامید مت ہو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو کیا کوئی ولی بننا ہے؟ افسوس انہوں نے کچھ قدر نہ کی۔ بے شک انسان نے (خدا کا) ولی بننا ہے۔ اگر وہ صراط مستقیم پر چلے گا تو خدا بھی اس کی طرف چلے گا۔ اور پھر ایک جگہ پر اس کی ملاقات ہوگی۔ اس کی اس طرف حرکت خواہ آہستہ ہوگی لیکن اس کے مقابل خدا تعالیٰ کی حرکت بہت جلد ہوگی، چنانچہ یہ آیت اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ...الخ (العنکبوت: 70) یعنی وہ لوگ جو ہمارے بارے میں کوشش کرتے ہیں، ہم ضرور انہیں اپنی راہوں کی طرف ہدایت دیں گے۔ سو جو باتیں میں نے آج وصیت کی ہیں ان کو یاد رکھو کہ ان ہی پر مدار نجات ہے۔ تمہارے معاملات خدا اور خلق کے ساتھ ایسے ہونے چاہئیں جن میں رضاء الٰہی مطلق ہی ہو۔ پس اس سے تم نے وَآخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ... الخ کے مصداق بننا ہے۔ یعنی انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی اسے مبعوث کیا ہے جو ابھی ان سے نہیں ملے۔

اب آخر میں ایک اقتباس پیش کرتا ہوں جس میں حسب روایت حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اس جلسے سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کرلیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلّی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیز گاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کیلئے سرگرمی اختیار کریں۔''
(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394)

پھر فرمایا: ''اس جلسے کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلے کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کیلئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔''
(اشتہار 7/دسمبر 1892ء مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 341)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ قومیں اس میں شامل ہو رہی ہیں پس ان کی تربیت کیلئے ہم، جن پر ایک عرصہ احمدیت پر قائم رہتے ہوئے ہو گیا ہے، ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ اپنی اصلاح کی زیادہ کوشش کریں، تقویٰ پر قائم ہوں تاکہ ان آنے والوں کی بھی صحیح تربیت کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم میں سے ہر ایک جو اس جلسہ میں شامل ہے یا جو دنیا میں کہیں بھی اس جلسہ کی کاروائی کو سن رہا ہے وہ گواہی دے کہ اے مسیح آخر الزمان اللہ تعالیٰ نے اسلام کی جس حسین تعلیم کو آنحضرت ﷺ پر اتارا تھا اور آپ ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق جس طرح ہماری اصلاح کیلئے...... آپ نے اس تعلیم کو ہم تک پہنچانے کا حق ادا کر دیا...... اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس خوبصورت تعلیم کو آپ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق، جو...... مسیح موعود ہیں اور حکم وعدل ہیں دنیا کے کونے کونے تک پہنچاتے چلے جائیں اور تمام دنیا کو آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے اکٹھا کر دیں۔ جلسہ کے ان ایام میں جب کہ آپ محض دینی اغراض کیلئے اکٹھا ہوئے ہیں مکمل طور پر جلسہ کے پروگراموں سے فائدہ اٹھائیں۔ ہر تقریر میں ہر خطاب میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوتی ہے جو علم میں، تقویٰ میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ ان دنوں میں ذکر الٰہی سے اپنی زبانوں کو تر رکھیں، دعاؤں پر زور دیں، دعاؤں پر زور دیں، دعاؤں پر زور دیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس جلسہ کی حقیقی برکات سے فیض اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسکے بعد حضور نے اجتماعی دعا فرمائی۔
(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 15/اگست 2003)

......☆......☆......☆......

ایک ضروری وضاحت

اخبار بدر 6/اگست 2020 شمارہ نمبر 32 صفحہ نمبر 2 پر اداریہ کے شروع میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر ہوشیار پور کے متعلق یہ عبارت تحریر ہے کہ:

''22 جنوری 1886 کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہوشیار پور کیلئے روانہ ہوئے۔ چالیس روز تک آپؑ وہاں بالکل تنہائی میں خدا تعالیٰ کی عبادات میں مصروف رہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ایک عظیم الشان مصلح کے عطا ہونیکی بشارت دی۔ آپؑ نے 20 فروری 1886 کو پیشگوئی مصلح موعود شائع فرمائی۔''

اس پر ایک دوست نے توجہ دلائی کہ 22 جنوری سے 20 فروری تک چالیس دن نہیں بنتے ہیں۔ اس تعلق میں مندرجہ ذیل وضاحت پیش ہے۔

تاریخ احمدیت کے مطابق 22 جنوری 1886 کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہوشیار پور کیلئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں فتح خان کے گاؤں میں قیام کرتے ہوئے دوسرے دن 23 جنوری 1886 کو حضور علیہ السلام ہوشیار پور پہنچے۔ 23 جنوری کو ہی حضور علیہ السلام نے چلہ شروع فرمایا۔ حضور علیہ السلام نے چلہ مکمل کیا یعنی چالیس دن مکمل تنہائی میں عبادت وریاضت کی اور دعاؤں میں مصروف رہے۔ (تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 274 تا 277) اس کے بعد صفحہ 277 میں یہ عبارت درج ہے:

''جب چلہ ختم ہوا تو حضرت اقدس نے اپنے قلم سے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار تحریر فرمایا جو اخبار ریاض ہند امرتسر یکم مارچ 1886ء کی اشاعت میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔''

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ 18 فروری 2011 میں تاریخ احمدیت کے مندرجہ بالا حوالہ کے متعلق یہ وضاحت فرمائی کہ:

''گویا یہ چالیس دن پورے نہیں اغلباً اس دوران یہ اشتہار دیا ہے''

(ملاحظہ فرمائیں اخبار الفضل انٹرنیشنل 11 مارچ 2011 تا 17 مارچ 2011 صفحہ 6)

بقیہ خطاب از صفحہ نمبر 16

اور خدا سے اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی یہ ہے کہ اس کی عبادت نہ تو بہشت کے طمع سے ہو اور نہ دوزخ کے خوف سے بلکہ اگر فرض کیا جائے کہ نہ بہشت ہے اور نہ دوزخ ہے تب بھی جوش محبت اور اطاعت میں فرق نہ آئے۔''
(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 30-31)

پھر آپؑ نے فرمایا: ''میں تو بہت دعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اور نماز پر قائم رہتے ہیں اور رات کو اٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں۔'' کنجوس نہیں ہیں اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں۔ یعنی صرف دنیا پہ گرے ہوئے۔ ''اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ یہ میری دعائیں خدا تعالیٰ قبول کرے گا اور مجھے دکھائے گا کہ اپنے پیچھے میں ایسے لوگوں کو چھوڑتا ہوں لیکن وہ لوگ جن کی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور جن کے دل پاخانہ سے بدتر ہیں اور جن کو مرنا ہرگز یاد نہیں ہے مَیں اور میرا خدا ان سے بیزار ہے۔ میں بہت خوش ہوں گا اگر ایسے لوگ اس پیوند کو قطع کر لیں۔ کیونکہ خدا اس جماعت کو ایک ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے اور جو تقویٰ اور طہارت کے اوّل درجہ پر قائم ہوں اور جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیا ہو۔ لیکن وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھ کر اور یہ کہہ کر کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا پھر وہ اپنے گھروں میں جا کر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جاتے ہیں۔'' ایسی غلط حرکتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں ''کہ صرف دنیا ہی دنیا ان کے دل میں ہوتی ہے۔'' فساد والی حرکتیں۔ ''نہ ان کی نظر پاک ہے، نہ ان کا دل پاک ہے اور نہ ان کے ہاتھوں سے کوئی نیکی ہوتی ہے اور نہ ان کے پیر کسی نیک کام کیلئے حرکت کرتے ہیں اور وہ اس چوہے کی طرح ہیں جو تاریکی میں ہی پرورش پاتا ہے اور اس میں رہتا ہے اور اسی میں مرتا ہے۔ وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ میں سے کاٹے گئے ہیں۔ وہ عبث کہتے ہیں'' فضول کہتے ہیں ''کہ ہم اس جماعت میں داخل ہیں۔ کیونکہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے۔''
(تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ 61-62)

پس چاہئے کہ ہر احمدی اپنی ذمہ داری کو سمجھے۔ ہر کوئی اپنا جائزہ لے۔ کیا اسکے خیال میں اس نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کی ہیں؟ یا پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کا جو عہد کیا ہے وہ اس کو پورا کر رہا ہے؟ کیا وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو نبھاتے ہوئے اللہ کی رسی کو تھامے ہوئے ہے؟۔ اگر اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا نہیں کیں، اگر اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہیں کر رہے تو یہ غلط فہمی ہے کہ ہم نے ہدایت کا راستہ اختیار کر لیا۔ یہ خیال غلط ہے کہ اب ہم ہدایت پا جائیں گے کیونکہ ہم نے مسیح موعود کو مان لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بھی پڑھتے ہیں۔ اگر اس پر عمل نہیں کرتے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے تو پھر وہ کاٹے جائیں گے۔ کیونکہ ان پر عمل نہیں کر رہے تو صرف خیال ہے، تصور ہے کہ ہم نے رسی کو پکڑا ہوا ہے جبکہ اس رسی کو نہیں پکڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ سب کو حقیقی معنوں میں اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ سب کے حق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں قبول ہوں۔ جس طرح کہ آپ نے خواہش کی ہے کہ ایسے لوگ میری جماعت میں شامل ہونے والے ہوں اور ہر ایک کوشش کے ساتھ عبادات کرتے ہوئے نیک اعمال بجا لاتے ہوئے جماعت کے ساتھ جڑا رہے۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ اب دعا کرلیں۔

(دعا کے بعد فرمایا) جلسہ کی حاضری جو امیر صاحب نے بتائی ہے ایک ہزار تین سو ترانوے ہے اور سوئٹزرلینڈ کے علاوہ بارہ ممالک کی نمائندگی ہے۔ پچھلے سال یہ حاضری پانچ سو کے قریب تھی۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 24/دسمبر 2004)

GRIP HOME
PROPERTY MANAGEMENT

طالب دعا
Mohammed Anwarullah
Managing Partner
+91-9980932695

#4, Delhi Naranappa Street
R.S. Palya, Kammanahalli
Main Road, Bangalore - 560033
E-Mail : anwar@griphome.com
www.griphome.com

احمدی جتنا بھی شکر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا کریں کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حبل اللہ کی پہچان کروائی اور اس کو پکڑنے کی توفیق دی

شکر نعمت کی اوّل اور بنیادی اینٹ یہی ہے کہ اپنی نمازوں کو، اپنی عبادتوں کو سجائیں

شکر نعمت کے موضوع پر قرآن مجید، احادیث نبویہ اور حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کے حوالہ سے تاکیدی نصائح

(اختتامی خطاب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بر موقع جلسہ سالانہ سوئٹزرلینڈ منعقدہ 5 ستمبر 2004ء)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ- اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ- الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ- مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ- اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ- اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ- صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ-

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ○ (آل عمران:104)

یہ آیت ان آیات میں تلاوت کی گئی تھی جو ابھی آپ کے سامنے شروع میں تلاوت کی گئی ہیں۔ ترجمہ بھی آپ نے سن لیا۔ آپ لوگ جو آج یہاں بیٹھے ہوئے یا دنیا کے کسی بھی کونے میں ہیں جو احمدی کہلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اپنے پر فضل، انعام اور احسان پر جتنا بھی شکر کریں کم ہے کہ اس نے ہمیں اس زمانے کے امام اور مسیح و مہدی کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور ہمیں اُن برکات سے حصہ لینے والا بنا دیا جن کے بارے میں حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی، جس کو سلام کہنے کیلئے برف پر گھٹنوں کے بَل چل کر جانا بھی پڑے تو جا کر سلام کہنے کی تاکید فرمائی تھی۔ پس یہ ہماری خوش قسمتی ہے، خوش بختی ہے۔ لیکن صرف اس خوش بختی پر خوش نہیں ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ انعام کر دیا اور بس یہی اب ہماری انتہا تھی، اور یہی ہمارا مقصد تھا بلکہ فرمایا کہ اب تمہارے پر اور زیادہ فرض بنتا ہے کہ اللہ کی اس رسی کو مضبوطی سے پکڑو تاکہ یہ انعامات کا سلسلہ چلتا رہے۔ اور اللہ کی رسی کیا ہے جس کو پکڑنے سے ان انعامات کو حاصل کرتے رہو گے؟ تو فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آخری شریعت ہے۔ وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری جیسے کہ قرآن کریم کے بارہ میں ایک روایت میں آتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی وہ رسی ہے جس کا ایک سرا زمین پر ہے اور دوسرا سرا آسمان پر ہے۔ یعنی یہی وہ کتاب ہے جس پر عمل کر کے تم اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتے ہو۔ اس کے فضلوں کے وارث ٹھہر سکتے ہو۔ اسکی رضا حاصل کر سکتے ہو۔ پھر اس رسی کو تم تبھی مضبوطی سے پکڑ سکتے ہو جب اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی مکمل اور کامل ایمان ہو، جس پر یہ کتاب اتری ہے۔ اور آپؐ پر کامل ایمان لائے بغیر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپؐ کی کامل اطاعت کے بغیر

اللہ تعالیٰ تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں خود آپؐ کے ذریعے یہ پیغام دیتا ہے کہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:32) کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، اس تک پہنچنا چاہتے ہو، اس کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہو تو پھر تمہارے لئے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ میری پیروی کرو، میرے سے تعلق جوڑو، مَیں جو کہتا ہوں اس پر عمل کرو کیونکہ میرا کوئی بھی عمل خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہیں ہے۔ میری کوئی بھی بات میری نہیں ہے بلکہ خدا کی کہی ہوئی ہے۔ پھر آپؐ نے ہی فرمایا تھا کہ آخری زمانے میں مسیح و مہدی کا ظہور ہوگا اس کو مان لینا۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے حدیث بتاتی ہے کہ مشکلات میں پڑ کر بھی اس کو میرا اسلام پہنچانا ہوا تو ضرور پہنچانا۔ اس میں اس مسیح و مہدی نے بھی وہی تعلیم دینی ہے اسی تعلیم کو دنیا میں پھیلانا ہے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَیں نے دی ہیں۔ اور جو اسلام میں زمانے کے گزرنے کے ساتھ بگاڑ پیدا ہو جائے گا، یہ پیشگوئی تھی تو اسے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے اسی مسیح و مہدی نے درست کرنا ہے۔ اس لئے قرآن، حدیث و سنت کی جو تشریح آنے والا مسیح و مہدی کرے، جس طرح وہ وضاحت کرے وہی سچی اور حقیقی ہوگی۔ اس لئے اسکے مطابق عمل کرنا، اسکی جماعت میں شامل ہونا، کیونکہ وہی میرا عاشق صادق ہے اور اسکا ہر فعل اور عمل اور قول اسی طرح ہے جس طرح میرا ہر فعل اور ہر قول۔

پھر اللہ تعالیٰ نے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا تھا کہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (الفتح:11) یعنی وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں صرف اللہ کی بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہاماً فرمایا کہ جو شخص تیرے ہاتھ میں ہاتھ دے گا اس نے تیرے ہاتھ میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے پاس سے الہام بنا لیتے ہیں۔ اتنا بڑا دعویٰ کوئی اپنے پاس سے نہیں کر سکتا اور پھر دعویٰ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی تائید اور نصرت کے نظارے بھی دکھا رہا ہے اور ہر آن دکھا رہا ہے۔ تو اب اس زمانے میں جبکہ مسیح موعود کا ظہور ہوئے بھی ایک سو سال سے زائد کا عرصہ گزر گیا وہی مسلمان حبل اللہ کو پکڑنے والا کہلائے گا جو اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن کریم کو پکڑے گا، اس کے احکامات پر عمل کرے گا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات اور عمل کے مطابق عمل کرے گا۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے کسی صحابی نے آنحضرت ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا کہ آپ کے اخلاق واطوار کیا تھے؟ تو آپؓ نے کہا کہ حضورؐ کے اخلاق واطوار تو قرآن کریم کے عین مطابق تھے۔ پھر حضرت عائشہؓ نے کہا کہ کیا قرآن کریم میں نہیں پڑھا کہ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم:5) کہ اے رسول تو یقینا اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر ہے۔ اور پھر جو امام الزمان مسیح دوران اور آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق کو ماننے والا ہوگا، آپ کے ارشادات پر عمل کرنے والا ہوگا، وہی رسی کو پکڑنے والا کہلائے گا کیونکہ انہی چیزوں سے اب یہ حبل اللہ قائم ہے۔ پس جیسا کہ میں نے کہا کہ احمدی جتنا بھی شکر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا کریں کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حبل اللہ کی، اس رسّی کی پہچان کروائی اور اس کو پکڑنے کی توفیق دی۔ نہیں تو جیسا کہ اس آیت میں ہے پہلے زمانے کی طرح اب پھر انسان، انسان کی گردن کاٹنے پر تلا ہوا ہے۔ اب چند دن پہلے ہی آپ نے سنا ہوگا کہ خبریں بھی اخباروں میں آ رہی ہیں، ٹیلیویژن پہ بھی کہ روس میں کس طرح ظالمانہ اور بہیمانہ طور پر بچوں پر ظلم کیا گیا۔ جب ان کو یرغمال بنایا گیا اس وقت پتا نہیں ان پر کیا کیا ظلم ہوئے۔ اور پھر بظاہر جو رہائی دلانے کی کارروائی ہوئی اس میں کس طرح سینکڑوں جانیں بے دردی سے ضائع ہو گئیں۔ پھر آج کل مسلمان، مسلمان سے کس طرح لڑ رہے ہیں حتیٰ کہ احمدیوں کی مخالفت میں ایک ہونے والے جب نمازوں کا وقت آتا ہے تو ایک دوسرے کے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ ان لوگوں نے کیا حبل اللہ کو پکڑنا ہے۔

کل پرسوں ہی ایک مسلمان لیڈر کا بیان تھا کہ مسلمانوں کی ساکھ اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتی جب تک مسلمان آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کرنا نہیں چھوڑتے، ایک دوسرے کیلئے برداشت کا مادہ پیدا نہیں کرتے۔ تو جہاں یہ اُس زمانے کے مسلمانوں کیلئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے مسلمانوں کیلئے، آپ کی قوت قدسی سے اثر پانے والے مسلمانوں کیلئے، خوشخبری تھی وہاں اس نعمت کا شکر نہ کرنے والوں کیلئے انذار بھی تھا کہ اگر کسی وقت بھی تم تقویٰ سے دور گئے، اللہ کی رسی کو نہ پکڑا اور تفرقہ بازی سے باز نہ آئے تو پھر تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر جا کھڑے ہو گے اور کوئی بھی ہوا کا تیز جھونکا تمہیں اس گڑھے میں گرا دے گا۔ اس لئے یہ رسّی جو اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار سال تک کا یہ دور گزر رہا ہے، اس میں عمومی طور پر تو یہ تاریک دور ہی تھا مسلمانوں پہ۔ اس تاریک دور کے بعد، اس تاریک زمانے کے بعد تمہیں مسیح موعود کے ذریعے سے اپنے آپ کو بچانے کیلئے دی ہے۔ اسکو مضبوطی سے پکڑ لو اور بجائے مسیح موعود کی مخالفت کرنے کے اس کی جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ اور پھر اس میں احمدیوں کیلئے بھی سبق ہے کہ جس طرح دوسروں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہ کر کے تقویٰ سے دور ہٹ کر آپس میں دشمنیاں پیدا کر لی ہیں اور آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے ہیں۔ اسی طرح اگر تم ان احکامات پر عمل نہیں کرو گے، تقویٰ سے دور ہٹتے جاؤ گے اور صرف نام کے احمدی مسلمان ہو گے تو اللہ تعالیٰ کا تمہارے سے کوئی ایسا رشتہ نہیں ہے کہ امتیازی سلوک ہو۔ اللہ تعالیٰ کوئی امتیازی سلوک نہیں کرے گا کہ تم ان برائیوں میں پڑو جس میں دوسرے پڑے ہوئے ہیں اور پھر وہ انجام نہ ہو جو دوسروں کا ہوا تھا۔ اس لئے انجام بخیر کیلئے ہمیشہ تقویٰ پر چلتے رہو اور مکمل فرمانبرداری اختیار کرو تاکہ ایمان لانے والے کہلا سکو۔ پس یہ ہمارے لئے بڑی فکر کی بات ہے۔ سوچنے کی ضرورت ہے، اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ کیا ہم اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے احکامات کیا ہیں جن پر چلنا ضروری ہے، جن پر چل کر ہم تقویٰ پر قدم مار سکتے ہیں، یا مارنے والے کہلا سکتے ہیں۔ جن پر چل کر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنیوالے کہلا سکتے ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے ایک دوسرے کے خلاف الزام تراشی سے بچ سکتے ہیں۔ جن پر عمل کر کے آپس کی رنجشوں کو دور کر سکتے ہیں۔ جن پر چل کر ہم ایک دوسرے حقوق کا خیال رکھ سکتے ہیں۔ اور جن پر چل کر ہم اس جہنم کی آگ کی لعنت سے بچ سکتے ہیں۔ ان میں حقوق اللہ بھی ہیں اور حقوق العباد بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح عبادت کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے اس طرح اسکی عبادت کریں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ہے۔ اور پھر انسان کی تو بنیادی غرض ہی دنیا میں آنے کی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہو۔ تو جب بنیادی غرض ہی انسان کی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اس کے بعد تو یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر مزید احسان ہے اور اس کا ہمیں شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس بنیادی مقصد کو پورا کرنے پر پھر بھی اللہ تعالیٰ ہمیں اجر سے نوازتا ہے اور اس بات کو سب سے زیادہ آنحضور ﷺ نے سمجھا۔

چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس قدر لمبا قیام فرماتے تھے یعنی نماز کے دوران اس قدر لمبا کھڑے ہوتے تھے کہ اس کی وجہ سے آپ کے پاؤں سوج جایا کرتے تھے۔ اس پر میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا آپؐ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ کے سارے گناہ بخشے گئے ہیں پہلے بھی اور بعد کے بھی تو آپ کیوں اتنا لمبا قیام فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں خدا کا عبد شکور نہ بنوں۔ جس نے مجھ پر اتنا احسان کیا ہے کیا میں اس کا شکریہ ادا کرنے کیلئے نہ کھڑا ہوا کروں۔
(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الفتح، باب قولہ لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تأخر)

تو یہ وہ پیارا اسوہ حسنہ ہے جو ہمیں آنحضرت ﷺ نے دیا۔ آپؐ، جن کو اللہ تعالیٰ نے جنت کی بشارت دی بلکہ اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر آپؐ نے بہت سے صحابہؓ کو جنت کی بشارت دی، آپؐ نے تو عبادت میں اس طرح توجہ فرمائی اور فرماتے رہے اور ہم جنہیں اپنے اعمال کا کچھ بھی پتا نہیں ہے، اللہ کے سلوک کا کہ ہمارے ساتھ کیا سلوک ہو کچھ بھی علم نہیں ہے، ہم عبادتوں سے لاپرواہ ہو جائیں۔ پس شکر نعمت کی اول اور بنیادی اینٹ یہی ہے کہ اپنی نمازوں کو اپنی عبادتوں کو سجائیں اور اس طرف توجہ دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو یاد کرنے والوں، اپنی عبادت کرنے والوں کو ہی شکر گزاروں میں شمار کیا ہے۔

کَنْزُالْعُمَّال میں لکھا ہے کہ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ (ابراہیم:8) اور جب تمہارے رب نے یہ اعلان کیا کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور

تمہیں بڑھاؤں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔ تو اس میں آگے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم جب تو مجھے یاد کرتا ہے تو تو میری شکرگزاری کرتا ہے۔ اور جب تو مجھے بھلا دیتا ہے تو تو میری ناشکری کرتا ہے۔ (کنز العمال، جلد 2، صفحہ 53)

اگر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنا ہے تو جس طرح شکرگزاری کا طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا بہت سنوار سنوار کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہئے۔ یہ نہیں کہ سر سے اتارنے کیلئے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ جس طرح مرغی دانے پہ ٹھونگے مار رہی ہوتی ہے اس طرح جلدی جلدی نماز پڑھی، سجدے کئے اور چلے گئے۔ بلکہ سنوار کر پورے خشوع وخضوع سے نمازوں کی ادائیگی ہونی چاہئے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بتایا کہ بعض دعائیں ایسی ہیں جو میں نے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سنی ہیں۔ جب تک میں زندہ رہوں گا ان کو ترک نہ کروں گا۔ میں نے آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔

میرے اللہ مجھے اپنا سب سے بڑا شکرگزار بنا دے اور ایسا بنا دے کہ میں سب سے زیادہ تیرا ذکر کرنے والا اور سب سے زیادہ تیری نصیحت پر عمل کرنے والا بنوں اور سب سے زیادہ تیری وصیت کو یاد رکھنے والا بنوں۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد 2، صفحہ 311، مطبوعہ بیروت)

پس یہاں بھی جو ہمیں شکرگزاری کا طریق بتایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا ہے اور جیسا کہ میں بتا آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہی فرمایا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات: 57) یعنی جنوں اور انسانوں کی پیدائش کا مقصد عبادت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بننے کیلئے تاکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اپنی عبادتوں سے سجایا جا سکے، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پانچ وقت باقاعدہ نمازیں ادا کرنے کی طرف ہر ایک کو توجہ دینی چاہئے۔ اور پھر عبادات سے اپنی راتوں کو بھی سجائیں تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق ان نعمتوں میں اضافہ کرتا چلا جائے گا اور ہم ایک مضبوط رسی کو بھی پکڑے رہیں گے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت عبداللہؓ بن غنامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے صبح کے وقت یہ کہا اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِيْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ، فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ۔ اے اللہ جو بھی نعمت مجھے ملی وہ تیری ہی طرف سے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں اور تمام تعریفیں اور شکر تیرے ہی لئے ہیں۔ تو گویا اس نے اپنے دن کا شکر ادا کر دیا اور جس نے اسی طرح شام کے وقت کہا تو اس نے اپنے رات کا شکر ادا کر دیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب)

پس یہ شکرگزاری کے جذبات ایک مومن کے دل میں، ایک احمدی کے دل میں ہر وقت رہنے چاہئیں کہ اس نے اپنے فضل سے ہمیں احمدیت کی نعمت سے نوازا ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے اس کا شکر ادا کرنے والے اس کی مخلوق کے بھی شکرگزار ہوتے ہیں۔ بلکہ فرمایا کہ جو مخلوق کا شکرگزار نہیں وہ خدا تعالیٰ کا بھی شکرگزار نہیں ہے۔

جیسا کہ روایت میں آتا ہے حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا ”جو تھوڑے پر شکر نہیں کرتے وہ بڑی نعمت پر بھی شکر نہیں کرتے اور جو بندوں کا شکر نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ نعمائے الٰہی کا ذکر کرتے رہنا شکرگزاری ہے اور اس کا عدم ذکر کفر یعنی ناشکری ہے۔ جماعت ایک رحمت ہے اور تفرقہ بازی (پراگندگی) عذاب ہے۔“

(مسند احمد بن حنبل، جلد 4، صفحہ 278)

تو اللہ کے بندوں کا شکر کرنا بھی ضروری ہے۔ آپ لوگ جو یہاں ان ملکوں میں رہتے ہیں، پہلے بھی میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں، ان لوگوں کا بھی آپ کو شکرگزار ہونا چاہئے جنہوں نے اپنے ملک میں آپ کو رہنے کی جگہ دی اور آپ کیلئے بہتری کے سامان پیدا ہوئے۔ کیونکہ اگر کسی شخص کو کسی سے کوئی فیض پہنچے تو اس کا شکرگزار ہونا بھی انتہائی ضروری ہے۔ اگر عام طور پر تم کسی سے فائدہ اٹھا رہے ہو اور ایک دفعہ اس نے کسی کام سے انکار کر دیا یا سخت بات کہہ دی، بعض دفعہ روزمرہ کے معاملات میں بھی ہو جاتا ہے، یا ایسی بات کہہ دی جس سے تمہیں مایوسی ہوئی تو فوراً بےصبری کی حالت میں آ کر اسکے خلاف بعض لوگ بولنا شروع کر دیتے ہیں جب کہ آپ کے بہت سے کام وہ پہلے کر چکا ہوتا ہے۔ اگر شکرگزاری کا خیال ہو اور اگر ایک دو دفعہ بھی انکار ہو گیا ہے تو ان پہلے کاموں کی وجہ سے ہی خاموش رہنا چاہئے۔ بلکہ انکار کے بعد تو ایسے شخص کیلئے دعا ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر کرو، اس کیلئے دعا بھی کرو اور اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر بھی کرو کہ اس نے تمہیں صرف اپنے بندوں پر انحصار کرنے سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف بھی توجہ پیدا ہوئی اس وجہ سے۔ اگر اس طرح چھوٹی چھوٹی باتوں پر رنجشیں پیدا ہونی شروع ہو گئیں تو پھر تفرقہ بازی پیدا ہو جائے گی اور پھر تفرقہ بازی کا حال تو آج کل آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ جیسے کہ پہلے ہی بتا چکا ہوں پھر اللہ تعالیٰ کی رسی بھی ہاتھ سے چھوٹ جائے گی اور پھر فرمایا کہ اسکا نتیجہ عذاب ہی نکلے گا۔ اور جماعت کی وجہ سے جو رحمت ہے وہ بھی جاتی رہے گی۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہر حال میں شکرگزاری کے خیالات رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں یہ دعا سکھائی ہے یہ کرنی چاہئے۔ فرماتا ہے: رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (الاحقاف: 16) اے میرے رب مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجا لاؤں جن سے تو راضی ہو اور میرے لئے میری ذریت کی بھی اصلاح کر دے۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

پس اپنی اور اپنی نسلوں کیلئے دعا کے ساتھ ہمیشہ فرمانبرداری میں رہنے کی کوشش کریں اور تقویٰ کے جو طریق ہیں ان پر چلنے کی کوشش کریں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اصل شکر تقویٰ اور طہارت میں مضمر ہے۔ فرمایا کہ ”تمہارا اصل شکر تقویٰ اور طہارت ہی ہے۔ مسلمان کا پوچھنے پر الحمد للہ کہہ دینا سچا سپاس اور شکر نہیں ہے“ یعنی کسی نے پوچھا مسلمان ہو تو اس نے کہا ہاں الحمد للہ میں مسلمان ہوں۔ پوچھا کسی نے احمدی ہو؟ ہاں الحمد للہ میں احمدی ہوں۔ احمدی کو بتا دیا کہ یہ سچا شکر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تم نے حقیقی سپاس گزاری یعنی طہارت اور تقویٰ کی راہیں اختیار کر لیں تو میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ تم سرحد پر کھڑے ہو۔ کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا۔“ فرمایا: ”مجھے یاد ہے ایک ہندو سررشتہ دار نے جس کا نام جگن ناتھ تھا اور جو ایک متعصب ہندو تھا بتلایا کہ امرتسر یا کسی جگہ میں وہ سررشتہ دار تھا جہاں ایک ہندو اہلکار در پردہ نماز پڑھا کرتا تھا مگر بظاہر ہندو تھا۔ میں اور دیگر سارے ہندو اسے بہت برا جانتے تھے اور ہم سب اہلکاروں نے مل کر ارادہ کر لیا کہ اس کو ضرور موقوف کرائیں“ یعنی اس کی نوکری ختم کروائیں گے۔ ”سب سے زیادہ شرارت میرے دل میں تھی۔ میں نے کئی بار شکایت کی کہ اس نے یہ غلطی کی ہے اور یہ خلاف ورزی کی ہے۔ مگر اس پر کوئی التفات نہ ہوتی تھی“ یعنی اس پر کوئی توجہ نہ ہوتی تھی افسروں کی۔ ”لیکن ہم نے ارادہ کر لیا ہوا تھا کہ اسے ضرور موقوف کرا دیں گے۔ اور اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہونے کیلئے بہت سی نکتہ چینیاں بھی جمع کر لی تھیں“۔ بہت سی اس کی چھوٹی چھوٹی غلطیاں ڈھونڈی تھیں۔ اور کہتا ہے کہ ”میں وقتاً فوقتاً ان نکتہ چینیوں کو صاحب بہادر کے روبرو پیش کیا کرتا تھا“ جو افسر تھا اس کو پیش کر دیتا تھا، انگریز افسر تھا۔ تو ”صاحب اگر بہت غصہ ہو کر اس کو بلا بھی لیتا تھا تو جونہی وہ سامنے آ جاتا تو گویا آگ پر پانی پڑ جاتا“ تھا۔ ”معمولی طور پر نہایت نرمی سے فہمائش کر دیتا۔ گویا اس سے کوئی قصور سرزد ہی نہیں ہوا“ (ملفوظات جلد اول صفحہ 49، جدید ایڈیشن) تو یہاں فرماتے ہیں جو نیک نیتی سے کام کر رہے ہوں، عبادات کر رہے ہوں، شکرگزار ہوں تو پھر دنیاوی جو روکیں ہیں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ”اے رب العالمین تیرے احسانوں کا میں شکر نہیں کر سکتا تو نہایت رحیم و کریم ہے اور تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں۔“ بے انتہا مجھ پر احسان ہیں۔ ”میرے گناہ بخش تا میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خالص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جائے۔ میں تیرے وجہ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما اور دنیا و آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین“۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 103)

پھر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے میں، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے میں، حقوق العباد بھی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اس کے رزق میں فراخی ہو اور بری موت سے اس کو بچایا جائے۔ تو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور صلہ رحمی کرے۔

(مسند احمد مسند العشرۃ المبشرین بالجنۃ)

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت اس معاشرے میں آپس کی رشتہ داریاں اور تعلقات بھی ہیں۔ ماں باپ ہیں رشتہ داروں میں بھائی ہیں ان کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ ماں باپ کی خدمت کا حکم ہے۔ بہن بھائیوں سے اچھے سلوک کا حکم ہے۔ عزیزوں رشتہ داروں سے حسن سلوک کا حکم ہے۔ ہمسایوں سے اچھے سلوک کا حکم ہے۔ بیوی اور اسکے قریبی عزیزوں سے صلہ رحمی کا حکم ہے تاکہ آپس میں پیار محبت بڑھے۔ آپس میں ایک حسین معاشرہ قائم کرنے کی توفیق ملے۔ پس وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان لیا اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ کے رسول کے حکم پر عمل کر لیا اس لئے ہم جماعت میں شامل ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے والوں میں شمار ہونے لگے۔ لیکن عمل ان کے یہ ہیں کہ اپنے عزیزوں سے، رشتہ داروں اور بیویوں کے رشتہ داروں کے حقوق ادا نہیں کر رہے ہوتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا تو یہی حکم ہے کہ آپس کے رحمی رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو۔ خاوند بیویوں کے حقوق ادا کریں اور بیویاں خاوندوں کے حقوق ادا کریں اس سے تمہارے گھر بھی قائم رہیں گے اور تمہاری نسلیں بھی بہتر طور پر پروان چڑھیں گی۔ بعض دفعہ معاشرے کا اثر ہو جاتا ہے۔ تو اپنے آپ کو سنبھالنا چاہئے۔ جو ایک عہد ہے ایک بندھن ہے جس کو جوڑا ہے اس کو ذرا ذرا سی باتوں سے اس کو توڑنا نہیں چاہئے۔ بھائی ہیں دوسرے بہن بھائیوں کے حقوق ادا کریں۔ اپنے ہمسایوں کے حقوق ادا کریں جیسا کہ میں نے کہا ایک دوسرے کا خیال رکھنے والے ہوں۔ دلوں کی آپس کی محبت پیدا کرنے والے ہوں۔ آپس میں ایک ہو کر رہنے والے ہوں تبھی اللہ تعالیٰ کی رسّی کو پکڑنے والے ہوں گے اور تبھی اس رسی کے ذریعہ سے آگ کے گڑھے سے نجات پانے والے ہوں گے، اس سے بچائیں جائیں گے اور ہدایت کے رستوں پر چلنے والے ہوں گے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ”تم خدا کی پرستش کرو اور اس کے ساتھ کسی کو مت شریک ٹھہراؤ اور اپنے ماں باپ سے احسان کرو اور ان سے بھی احسان کرو جو تمہارے قرابتی ہیں۔ (اس فقرے میں اولاد اور بھائی اور قریب اور دور کے تمام رشتہ دار آ گئے)۔ اور پھر فرمایا کہ یتیموں کے ساتھ بھی احسان کرو اور مسکینوں کے ساتھ بھی اور جو ایسے ہمسایہ ہوں جو قرابت والے بھی ہوں اور ایسے ہمسایہ ہوں جو محض اجنبی ہوں اور ایسے رفیق بھی جو کسی کام میں شریک ہوں یا کسی سفر میں شریک ہوں، نماز میں شریک ہوں یا علم دین حاصل کرنے میں شریک ہوں اور وہ لوگ جو مسافر ہیں اور وہ تمام جاندار جو تمہارے قبضہ میں ہیں سب کے ساتھ احسان کرو۔ خدا ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جو تکبر کرنے والا اور شیخی مارنے والا ہو اور جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔“ (چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 208-209)

پھر فرمایا: ”میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو۔ ایک خدا تعالیٰ سے ڈرو دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو“ جیسے اپنے آپ سے کرتے ہو۔ ”اگر کسی سے کوئی قصور اور غلطی سرزد ہو جاوے تو اسے معاف کرنا چاہئے نہ یہ کہ اس پر زیادہ زور دیا جاوے اور کینہ کشی کی عادت بنا لی جاوے“

(ملفوظات، جلد پنجم، صفحہ 69، جدید ایڈیشن)

پھر آپ نے آیت اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى... (النحل: 91) کی تفسیر میں فرمایا کہ: ”یعنی خدا تم سے کیا چاہتا ہے؟ بس یہی کہ تم نوع انسان سے عدل کے ساتھ پیش آیا کرو“ لوگوں سے عدل سے پیش آؤ، انصاف سے پیش آؤ۔ ”پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ ان سے بھی نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہیں کی۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم مخلوق خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا تم ان کے حقیقی رشتہ دار ہو جیسا کہ مائیں اپنے بچوں سے پیش آتی ہیں۔ کیونکہ احسان میں ایک خودنمائی کا مادہ بھی مخفی ہوتا ہے اور احسان کرنے والا کبھی اپنے احسان کو جتلا بھی دیتا ہے۔ لیکن وہ جو ماں کی طرح طبعی جوش سے“ فطری جوش سے ”نیکی کرتا ہے وہ کبھی خودنمائی نہیں کر سکتا۔“ وہ کبھی دکھاوے کی بات نہیں کر سکتا۔ ”پس آخری درجہ نیکیوں کا طبعی جوش ہے جو ماں کی طرح ہو۔ اور یہ آیت نہ صرف مخلوق کے متعلق ہے بلکہ خدا کے متعلق بھی ہے۔ خدا سے عدل یہ ہے کہ اسکی نعمتوں کو یاد کر کے اسکی فرمانبرداری کرنا۔ اور خدا سے احسان یہ ہے کہ اسکی ذات پر ایسا یقین کر لینا کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے

باقی صفحہ نمبر 14 پر ملاحظہ فرمائیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابہ کرام

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 17 جولائی 2020 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال جنگ احزاب سے قریش کو کیا نقصان ہوا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس جنگ میں قریش کو ایسا دھکا لگا کہ اس کے بعد ان کو پھر کبھی مسلمانوں کے خلاف جتھہ بنا کر نکلنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

سوال جنگ خندق کے موقع پر حضرت عائشہؓ کو حضرت سعدؓ کے متعلق کیا اندیشہ ہوا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سعد بن مُعاذؓ کے بدن پر ایک زرہ تھی جس سے آپ کی دونوں اطراف باہر تھیں۔ یعنی جسم چوڑا ہونے کی وجہ سے اس سے باہر نکل رہا تھا۔ کہتی ہیں کہ مجھے اس بات پر حضرت سعدؓ کی دونوں اطراف کے زخمی ہونے کا اندیشہ ہوا کہ زرہ سے باہر ہیں۔

سوال جنگ خندق کے موقع پر جب حضرت سعدؓ کو تیر لگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت سعد بن مُعاذؓ کے بازو کی رَگ میں تیر لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے تیر کے پھل کو نکال کر اس زخم کو کاٹ کر داغ دیا پھر وہ سوج گیا۔ آپؐ نے اسکو دوبارہ کاٹ کر دوبارہ داغ دیا۔ رسول اللہؐ نے مسجد میں ان کیلئے ایک خیمہ نصب کیا تا کہ قریب رہ کر ان کی عیادت کر سکیں۔

سوال جب حضرت سعدؓ کو تیر لگا تو انہوں نے کیا دعا کی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب حضرت سعدؓ کے بازو کی رگ میں تیر لگا تو حضرت سعدؓ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ تو بنو قریظہ سے میری تسلی نہ کرا دے۔

سوال جب حضرت سعدؓ کا زخم اچھا ہونے لگا تو انہوں نے کیا دعا کی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت سعدؓ کا زخم اچھا ہونے لگا تو انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! تُو جانتا ہے کہ مجھے تیری راہ میں جہاد کرنے سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ محبوب نہیں۔ اے اللہ! اگر قریش کی جنگ میں سے کچھ باقی ہے تو مجھے ان کے مقابلے کے لیے زندہ رکھ۔ اور اگر تُو نے جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے تو پھر میری رَگ کھول دے اور اس زخم کو میری شہادت کا ذریعہ بنا دے۔ زخم اسی رات پھٹ گیا اور اسی سے ان کی وفات ہوگئی۔

سوال جب حضرت سعدؓ کی شہادت کا وقت آیا تو رسول اللہؐ نے ان کے لیے کیا دعا کی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: نبی کریمؐ نے ان کا سر اپنی گود میں رکھا اور دعا کی کہ اے اللہ! سعدؓ نے تیری راہ میں جہاد کیا اور تیرے رسول کی تصدیق کی اور جو اس کے ذمے تھا اسے ادا کر دیا پس تُو اس کی روح کو اس خیر کے ساتھ قبول فرما جس کے ساتھ تُو کسی روح کو قبول کرتا ہے۔

سوال حضور انور نے حضرت سعدؓ کا کیا مقام و مرتبہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: سعدؓ کو انصار میں قریباً قریباً وہی حیثیت حاصل تھی جو مہاجرین میں ابوبکر صدیقؓ کو حاصل تھی۔ اخلاص میں، قربانی میں، خدمت اسلام میں، عشقِ رسول میں یہ شخص ایسا بلند مرتبہ رکھتا تھا جو کم ہی لوگوں کو حاصل ہوا کرتا ہے۔

سوال حضرت سعدؓ کے جنازے کے وقت کیا واقعہ پیش آیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب سعدؓ کا جنازہ اٹھا تو سعدؓ کی بوڑھی والدہ نے بتقاضائے محبت کسی قدر بلند آواز سے ان کا نوحہ کیا اور اس نوحہ میں زمانہ کے دستور کے مطابق سعدؓ کی بعض خوبیاں بیان کیں۔ آنحضرتؐ نے اس نوحہ کی آواز سنی تو آپؐ نے فرمایا کہ نوحہ کرنے والیاں بہت جھوٹ بولا کرتی ہیں لیکن اس وقت سعدؓ کی ماں نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ کہا ہے۔

سوال حضرت سعدؓ کی قبر کھودتے وقت کیا ایمان افروز واقعہ پیش آیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے جنت البقیع میں حضرت سعد بن مُعاذؓ کی قبر کھودی تھی۔ جب ہم مٹی کا کوئی حصہ کھودتے تو مُشک کی خوشبو آتی یہاں تک کہ ہم لحد تک پہنچ گئے۔

سوال حضرت سعدؓ کی تدفین کے وقت کیا ایمان افروز واقعہ پیش آیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب حضرت سعدؓ کو قبر میں اتار دیا گیا تو آپؐ نے تین مرتبہ سبحان اللہ کہا۔ آپؐ کے ساتھ تمام صحابہؓ نے بھی تین مرتبہ سبحان اللہ کہا یہاں تک کہ جنت البقیع گونج اٹھا۔ پھر رسول اللہؐ نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ آپؐ کے ساتھ تمام صحابہؓ نے بھی اللہ اکبر کہا۔ یہاں تک کہ جنۃ البقیع اللہ اکبر سے گونج اٹھا۔ رسول اللہؐ سے عرض کیا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ سعدؓ پر قبر میں تنگی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے اسے کشادہ کر دیا۔

سوال حضرت سعدؓ نے اپنے متعلق کون سی تین باتیں بیان کیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت سعدؓ نے بیان کیا کہ مَیں بے شک کمزور ہوں مگر تین باتوں میں مَیں بہت پختہ ہوں۔ پہلی یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا اسے حق جانا۔ دوسرا یہ کہ میں نے اپنی نماز میں نماز کے علاوہ کوئی دوسرا خیال نہیں آنے دیا یہاں تک کہ نماز مکمل کر لوں۔ تیسرا یہ کہ کوئی جنازہ حاضر نہیں ہوتا تھا مگر میں اپنے آپ کو اس کی جگہ مردہ خیال کر کے سوچتا ہوں کہ وہ کیا کہے گا اور اس سے کیا پوچھا جائے گا۔

سوال انصار کے وہ تین افراد کون تھے جن پر آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو فضیلت نہیں دی جاتی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ انصار کے تین افراد ایسے تھے جو سب بنو عَبدُ الاَشْھَل میں سے تھے رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو ان پر فضیلت نہیں دی جاتی تھی اور وہ حضرت سعد بن مُعاذؓ، حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ، اور حضرت عبّاد بن بِشْرؓ تھے۔

سوال حضور انور نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے کیا کوائف بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی کنیت ابو اسحاق تھی۔ آپؓ کے والد کا نام مالک بن اُھَیب اور والدہ کا نام حَمْنَہ بنتِ سُفیان تھا۔ آپ قریش کے قبیلہ بَنُو زُہرَہ سے تھے۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ آپ ان میں سب سے آخر پر فوت ہوئے۔

سوال حضور انور نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے مسلمان ہونے کا کیا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تاریکی میں ہوں اچانک میں دیکھتا ہوں کہ چاند طلوع ہوا اور میں اس کی طرف چل پڑا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مجھ سے پہلے حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ چاند کی طرف جا رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کب پہنچے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم بھی ابھی پہنچے ہیں۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر مل چکی تھی کہ رسول اللہؐ مخفی طور پر اسلام کی طرف بلا رہے ہیں۔ چنانچہ میں شِعبِ اَجْیَاد میں آ کر آپ کو ملا اور بیعت کر کے مسلمان ہو گیا۔

سوال حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی والدہ نے کس طرح انہیں اپنے دین میں واپس لانے کی کوشش کی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے اسلام قبول کیا تو میری والدہ نے کہا کہ یہ کون سا دین تُو نے اختیار کر لیا ہے۔ یا تو تُو اس نئے دین کو ترک کر دے یا مَیں کچھ نہ کھاؤں اور نہ پیوں گی یہاں تک کہ میں مر جاؤں گی۔ میں نے ان سے کہا کہ ایسا نہ کرنا کیونکہ میں اپنے دین کو چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ کہتے ہیں ایک دن اور ایک رات تک میری ماں نے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا اور اس کی حالت خراب ہونے لگی تو میں نے ان سے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر تمہاری ایک ہزار جانیں ہوں اور وہ ایک ایک کر کے نکلیں تب بھی میں اپنے دین کو ترک نہیں کروں گا۔

سوال شعب ابی طالب میں محصوری کے دوران حضرت سعدؓ کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کے وقت ان کا پاؤں کسی ایسی چیز پر جا پڑا جو تر اور نرم معلوم ہوتی تھی۔ (غالباً کھجور کا کوئی ٹکڑا ہوگا) اس وقت ان کی بھوک کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے فوراً اسے اٹھا کر نِگل لیا اور وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے آج تک پتا نہیں کہ وہ کیا چیز تھی۔

......☆......☆......☆......

واقفین نو بچوں کی تربیت کے متعلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی متفرق زرّیں ہدایات

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 27 جون 2003 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ کے آغاز میں کون سی آیت تلاوت فرمائی؟

جواب حضور انور نے سورۃ آل عمران کی آیات اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ○ ذُرِّیَّۃًۢ بَعۡضُہَا مِنۡۢ بَعۡضٍ ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ○ اِذۡ قَالَتِ امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ○ (36-34)

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مفاد پرستوں کی کس مذموم حرکت کا تذکرہ فرمایا؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بعض مفاد پرستوں نے اسلام کی حسین تعلیم کو انتہائی خوفناک اور بھیانک شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور پھر ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی ان کی اصلاح کی کوشش کرے تو کہتے ہیں کہ یہ اسلام دشمن ہیں اور فلاں کے ایجنٹ ہیں اور فلاں کے ایجنٹ ہیں۔

سوال مفاد پرستوں کی اس حرکت سے مسلمانوں کو کیا نقصان پہنچ رہا ہے؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ لوگ اپنے اس عمل سے اسلام کو بدنام کرنے کے ساتھ ساتھ نئی نسل کو بھی برباد کر رہے ہیں۔ کم عمر کے نوجوانوں کو پہلے یہ دینی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔ پھر جنتوں کا لالچ دے کر برین واش کر کے اپنے مقاصد میں استعمال کرتے ہیں۔

سوال حضور انور نے جہاد کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کیا تعلیم بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک گروہ ایسا ہے جو اسلام کی حقیقی اور حسین تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ جو قتال اور تلوار کے جہاد کو حرام قرار دے کر کہتا ہے کہ اس سے بڑے جہاد کی طرف آؤ اور اسلام کے محاسن کو دنیا پر ظاہر کرو۔ قرآن کریم کے دلائل دنیا کے سامنے پیش کرو۔ محبت سے اور دلائل سے دنیا کے دل جیتو۔

سوال احمدی ماؤں اور باپوں نے خلیفۂ وقت کے کس حکم پر لبیک کہا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آج مسیح موعود کو ماننے والی ماؤں اور باپوں نے خلیفۂ وقت کی تحریک پر انبیاء اور ابرار کی سنت پر عمل کرتے ہوئے مسیح موعود کی فوج میں داخل کرنے کیلئے اپنے بچوں کو پیدائش سے پہلے پیش کیا اور کرتے چلے جا رہے ہیں۔

سوال حضرت مریم کی والدہ نے حضرت مریم کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ سے کیا دعا کی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت مریم کی والدہ نے خدا سے یہ التجا کی رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ کہ اے میرے رب جو کچھ بھی میرے پیٹ میں ہے مَیں تیرے لئے پیش کر رہی ہوں مجھ سے قبول فرما۔ تو بہت ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

سوال حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ نے واقفین نو کے

والدین کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضورؒ نے فرمایا: اگر ہم واقفین نو کی پرورش اور تربیت سے غافل رہے تو خدا کے حضور مجرم ٹھہریں گے۔ والدین کو چاہئے کہ ان بچوں کے اوپر سب سے پہلے خود گہری نظر رکھیں اور اگر خدانخواستہ وہ سمجھتے ہوں کہ بچہ اپنی افتادِ طبع کے لحاظ سے وقف کا اہل نہیں ہے تو ان کو دیانتداری اور تقویٰ کے ساتھ جماعت کو مطلع کرنا چاہئے

سوال حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے واقفین نو بچوں کی تربیت کے لیے کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضورؒ نے فرمایا: ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ ان کی تربیت پر توجہ دیں۔ پیدائش سے پہلے جس خلوص اور دعا کے ساتھ بچے کو پیش کیا تھا اس دعا کا سلسلہ مستقلاً جاری رکھیں یہاں تک کہ بچہ ایک مفید وجود بن کر نظام جماعت میں سمویا جائے۔ بلکہ اس کے بعد بھی زندگی کی آخری سانس تک ان کے لئے دعا کرتے رہنا چاہئے کیونکہ بگڑتے پتا نہیں لگتا اس لئے ہمیشہ انجام بخیر کی اور اس وقف کو آخر تک نبھانے کی طرف والدین کو بھی دعا کرتے رہنا چاہئے۔

سوال حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے واقفین نو بچوں کو وفادار بنانے کے لیے کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضورؒ نے فرمایا: واقفین بچوں کو وفا سکھائیں۔ وہ واقف زندگی جو وفا کے ساتھ آخری سانس تک اپنے وقف کے ساتھ نہیں چمٹتا، وہ الگ ہوتا ہے تو خواہ جماعت اس کو سزا دے یا نہ دے وہ اپنی روح پر غداری کا داغ لگا لیتا ہے اور یہ بہت بڑا داغ ہے۔ اس لئے بہت احتیاط سے ان کی تربیت کریں اور ان کو وفا کا سبق دیں اور بار بار دیں۔

سوال حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے واقفین نو بچوں کو نماز کا عادی بنانے کے لیے کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضورؒ نے فرمایا: بچوں کو پانچ وقت نمازوں کی عادت ڈالیں۔ جس دین میں عبادت نہیں وہ دین نہیں۔ اس کے لئے سب سے بڑا والدین کا اپنا نمونہ ہے۔ اگر خود وہ نمازی ہوں گے تو بچے بھی نمازی بنیں گے۔ نہیں تو صرف ان کی کھوکھلی نصیحتوں کا بچوں پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔

سوال حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے قیام نماز کے متعلق اپنے گھر کا کیا نمونہ پیش فرمایا؟

جواب حضورؒ نے فرمایا: ہم نے تو گھروں میں دیکھا ہے اپنے نواسوں وغیرہ کو بالکل چھوٹی عمر کے ڈیڑھ ڈیڑھ، دو دو سال کی عمر کے ساتھ آ کے تو نیت کر لیتے ہیں اور نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ان کو اچھا لگتا ہے دیکھنے میں، خدا کے حضور اٹھنا، بیٹھنا، جھکنا ان کو پیارا لگتا ہے اور وہ ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔

سوال ایک بچے کو نماز کی اصل ٹریننگ کس عمر سے دینی شروع کرنی چاہئے؟

جواب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا: جب سات سال کی عمر تک بچہ پہنچ جائے تو پھر اس کو باقاعدہ نماز کی تربیت دو۔ اس کو بتاؤ کہ وضو کرنا ہے، اس طرح کھڑے ہونا ہے، قیام وقعود، سجدہ وغیرہ سب اس کو سمجھاؤ۔ پھر دس اور بارہ کے درمیان اس پر کچھ سختی بے شک کرو۔ جب وہ بارہ سال کی عمر کو پہنچ جائے پھر اس پر کوئی سختی کی اجازت نہیں۔ پھر اس کا معاملہ اور اللہ کا معاملہ ہے۔

سوال حضور انور نے مدرسۃ الحفظ ربوہ کی کس خصوصیت کا ذکر فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ربوہ کے مدرسۃ الحفظ میں پانچویں کلاس کے بعد بچے داخل ہوتے ہیں۔ مختلف گھروں سے، مختلف خاندانوں سے، مختلف ماحول سے، دیہاتوں سے، شہروں سے بچے آتے ہیں لیکن وہاں میں نے دیکھا ہے کہ ان کی تربیت ماشاء اللہ ایسی اچھی ہے اور ان کی ایسی اعلیٰ نگرانی ہوتی ہے اور ان کو ایسے اچھے اخلاق سکھائے گئے ہیں حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ، اتنے سلجھے ہوئے طریق سے بچے کھانا کھاتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔

سوال مدرسۃ الحفظ ربوہ میں کھانے کے کیا کیا آداب سکھائے جاتے ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: انہیں سکھایا جاتا ہے بسم اللہ پڑھ کے کھائیں، اپنے سامنے سے کھائیں، ڈش میں سے سالن اگر اپنی پلیٹ میں ڈالنا ہے تو اتنی مقدار میں ڈالیں جو کھایا جائے۔ دوبارہ ضرورت ہو تو دوبارہ ڈال دیا جائے۔ دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا ہے، کھانا ختم کرنے کے بعد کی دعا۔ بہرحال بچپن سے ہی وقف نو بچوں کو تو خصوصاً اور عموماً ہر ایک کو سکھانی چاہئیں۔

سوال حضور انور نے کھانے کے بعد بچوں میں کس اچھی عادت کے پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: بعض بچوں کو بچپن میں عادت ہوتی ہے اور بعض دفعہ والدین اس پر نظر ہی نہیں رکھتے کہ کھانا کھانے کے بعد گندے ہاتھوں کے ساتھ بچے مختلف چیزوں پر ہاتھ لگا دیتے ہیں اسے بھی ہلکے سے پیار سے سمجھائیں۔ تو یہ ایسی عادتیں ہیں جو بچپن میں ختم کی جاسکتی ہیں اور بڑے ہو کر یہ اعلیٰ اخلاق میں شمار ہو جاتی ہیں۔

سوال حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے واقفین نو بچوں میں اخلاق حسنہ کی آبیاری کی اہمیت کے بارہ میں کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضورؒ نے فرمایا: ہر وقف زندگی بچہ جو وقف نو میں شامل ہے بچپن سے ہی اس کو سچ سے محبت اور جھوٹ سے نفرت ہونی چاہئے۔ گھر میں مذاق کے طور پر بھی جھوٹ نہ بولیں۔ بچپن ہی سے ان بچوں کو قانع بنانا چاہئے اور حرص وہوا سے بے رغبتی پیدا کرنی چاہئے۔ بچوں کے مزاج میں شگفتگی پیدا کرنی چاہئے۔ واقفین بچوں میں سخت جانی کی عادت ڈالنا، نظام جماعت کی اطاعت کی بچپن سے عادت ڈالنا، اطفال الاحمدیہ سے وابستہ کرنا، ناصرات سے وابستہ کرنا، خدام الاحمدیہ سے وابستہ کرنا بھی بہت ضروری ہے۔

سوال حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے واقفین نو بچوں کا بچپن سے ہی کردار بنانے کے متعلق کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضورؒ نے فرمایا: بچپن میں کردار بنائے جاتے ہیں۔ ماں باپ جتنی چاہیں زبانی تربیت کریں اگر ان کا کردار ان کے قول کے مطابق نہیں تو بچے کمزوری کو لے لیں گے اور مضبوط پہلو کو چھوڑ دیں گے۔ اس لئے بچوں کی تربیت کے لئے آپ کو اپنی تربیت ضروری کرنی ہوگی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ بچوں کو نصیحت کرنے کے بعد ماں باپ خود لڑنے جھگڑنے لگ جائیں اور کہیں کہ ہم نے ان کو نصیحت کر دی اب ہماری اپنی زندگی ہے، یہ نہیں ہوسکتا جو اُن کی اپنی زندگی ہے وہی بچے کی زندگی ہے۔

سوال حضورؒ نے واقفین نو بچوں میں نظام جماعت کا احترام پیدا کرنے کے متعلق کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضورؒ نے فرمایا: واقفینِ نَو کو نظام کا احترام سکھایا جائے۔ گھروں میں کبھی ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جس سے نظام جماعت کی تخفیف ہوتی۔ اکثر وہ لوگ جو نظام جماعت پر تبصرے کرنے میں بے احتیاطی کرتے ہیں، ان کی اولادوں کو کم و بیش ضرور نقصان پہنچتا ہے۔ واقفین بچوں کو سمجھانا چاہئے کہ اگر تمہیں کسی سے کوئی شکایت ہے خواہ تمہاری توقعات اس کے متعلق کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہوں، اس کے نتیجے میں تمہیں اپنے نفس کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ ان کو سمجھائیں کہ اصل محبت تو خدا اور اس کے دین سے ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جس سے خدائی جماعت کو نقصان پہنچتا ہو۔

......☆......☆......☆......

اُذۡکُرُوۡا مَوۡتَاکُمۡ بِالۡخَیۡرِ

مکرم ناصر علی خان صاحب (عرف رحیم بھائی) مرحوم

سابق صدر جماعت احمدیہ غنچہ پاڑا کا ذکر خیر

مورخہ 4 / اگست 2020 کو مکرم ناصر علی خان صاحب عرف رحیم بھائی سابق صدر جماعت احمدیہ غنچہ پاڑا ضلع ڈھینکانال 48 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ باوجود کم عمر ہونے کے اللہ کے فضل و کرم سے دین و دنیا میں کافی شہرت حاصل کر چکے تھے۔ سن 2019 سے بحیثیت صدر جماعت غنچہ پاڑا سلسلہ کی خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ اس سے قبل آپ لوکل جماعت میں بطور سیکرٹری امور عامہ و امور خارجہ اہم ذمہ داری نبھا چکے تھے۔ سال 2018 میں جلسہ سالانہ برطانیہ میں شامل ہو کر سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کا شرف پایا۔ 2019 میں ہی عمرہ کی سعادت بھی ملی۔ مرکز احمدیت قادیان سے بہت محبت تھی بار بار قادیان آنے کی غرض سے ایک فلیٹ بھی قادیان میں خریدا تھا۔ سن 2007 سے 2012 تک غنچہ پاڑا کے سرپنچ بھی رہے اور نہایت ایمانداری سے اپنے فرائض انجام دیئے۔ آپ ہر طبقے میں ہر دلعزیز تھے۔ ہر کسی کی مدد کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔ احمدیوں کی خاص طور پر حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ آپ لوکل ٹرک مالک یونین کے صدر تھے۔ ہر سال غریب اور مستحق احمدیوں کو اپنے خرچ پر جلسہ سالانہ قادیان بھجواتے تھے۔ مرکزی چندہ جات اور عطایا میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ ہر سال کئی غریب بچیوں کی شادی اپنے خرچ سے کرواتے تھے۔ بلا تفریق مذہب وملت ہر اس شخص کی مدد کرتے جو آپ کے پاس مدد کیلئے آتا۔ مبلغین معلمین اور مرکزی نمائندگان کی بہت عزت کرتے تھے۔ اپنے گھر میں کام کرنے والے خادموں سے اپنے بچوں کی طرح پیار کرتے اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھتے تھے۔ مرحوم بے شمار خوبیوں کے مالک ایک سچے اور پکے احمدی مسلمان تھے۔ ان کے ان اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے تمام احمدیوں کو اس علاقہ میں فخر محسوس ہوتا تھا۔ موصوف تہجد گزار، پنجوقتہ نمازوں کے پابند خلافت سے بہت محبت کرنے والے اور خلیفہ وقت کی ہر آواز پر لبیک کہنے والے تھے۔ جو بھی رحیم بھائی سے ایک بار ملا وہ انہی کا ہو کر رہ گیا۔ مورخہ 5 / اگست 2020 بروز بدھ احمدیہ قبرستان بھونیشور میں موصوف کی تدفین عمل میں آئی۔ پسماندگان میں ضعیف والدہ کے علاوہ اہلیہ اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ (از حلیم احمد، مبلغ انچارج، کٹک، اُڈیشہ)

......☆......☆......☆......

وصایا منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر ہذا کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

مسل نمبر 10096: مَیں سیدہ بشریٰ صادقہ زوجہ مکرم شیخ عبدالسلیم صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 46 سال پیدائشی احمدی، ساکن حلقہ دارالانوار جنوبی ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 11 / جولائی 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہّ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/10,000 روپئے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: سید عبدالمومن | الامۃ: سیدہ بشریٰ صادقہ | گواہ: بشارت احمد کریم

مسل نمبر 10097: مَیں طوبیٰ صدیقہ زوجہ مکرم ہشام احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 26 سال پیدائشی احمدی، ساکن حلقہ دارالانوار جنوبی ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 8 / جولائی 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہّ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر: -/2,00,000 روپئے، طلائی زیور 84 گرام 22 کیریٹ۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/1000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: وسیم احمد صدیق | الامۃ: طوبیٰ صدیقہ | گواہ: سید رشید احمد شمیم

مسل نمبر 10098: مَیں سیدہ طیبہ یاسمین زوجہ مکرم سید عبدالمومن صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 35 سال پیدائشی احمدی، ساکن حلقہ دارالانوار جنوبی ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 8 / جولائی 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہّ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: عبدالمومن | الامۃ: سیدہ طیبہ یاسمین | گواہ: بشارت احمد کریم

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly **BADAR** Qadian

Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-20 Vol. 69 Thursday 3 - September - 2020 Issue. 36

MANAGER
NAWAB AHMAD
Mobile : +91 94170 20616
e -mail:managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.700/- (Per Issue : Rs.11/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان مقام و مرتبہ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 28/اگست 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں مسیح موعود اور مہدی معہود کو حَکَم اور عدل بنا کر بھیجا ہے۔ جس نے مسلمانوں کو ایک وحدت عطا کرنی تھی۔ پس آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہر فرقے میں سے لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شمولیت اختیار کی اور لاکھوں کی تعداد میں ہر سال یہ شامل ہوتے چلے جارہے ہیں۔ پس مسیح موعود اور حَکَم وعدل کی جماعت اختلافات ختم کرنے کیلئے قائم ہوئی ہے۔ ہم نے حق کو پھیلانے اور حق بات کہنے سے نہیں رکنا اور اس کیلئے ہم قربانیاں بھی دے رہے ہیں۔ آجکل ہم محرم کے مہینے سے گزر رہے ہیں جو اسلامی سال کے کیلنڈر کا پہلا مہینہ ہے۔ انگریزی سال کے شروع ہونے پر ہم ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ اسلامی سال کے شروع ہونے پر کئی مسلمان ملکوں میں فرقہ واریت کی وجہ سے قتل وغارت گری ہوتی ہے۔ وہ دین جو امن اور سلامتی کی اعلیٰ ترین تعلیم دینے والا دین ہے کیوں اس کے ماننے والے اپنے سال کا آغاز فتنہ وفساد اور قتل وغارت گری سے کرتے ہیں! ہمیں سوچنا چاہئے ہمیں اپنے رویوں کو بدلنا چاہئے ہمیں دیکھنا چاہئے کہ کس طرح ہم مسلمانوں کو امت واحدہ بنا کر ان فسادوں اور دہشت گردیوں کو ختم کر سکتے ہیں ہمیں غور کرنا چاہئے کہ ہمارے آقا و مطاع حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ خوشخبری بھی دی تھی کہ خلافت علی منہاج نبوت قائم ہوگی جو مسلمانوں کو امت واحدہ بنانے کا ذریعہ بھی بن جائے گی۔ مسلمانوں کی ترقی اور اکائی کا ایک روشن نشان بن جائے گی۔ پس جب حالات بتا رہے ہیں کہ یہ وہ زمانہ ہے جس میں قرآن وحدیث کی بیان کردہ نشانیاں پوری ہو رہی ہیں یا ہوگئی ہیں تو کیوں نہ ہم اس حَکَم اور عدل کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام صادق کی تلاش کریں جو شیعہ سنی اور مختلف فرقوں اور مسلکوں کے اختلافات کو ختم کر کے ہمیں ایک بنانے والا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے ایک جگہ ایک عالم کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ: میری حیثیت ایک مولوی کی حیثیت نہیں ہے بلکہ میری حیثیت سنن انبیاء کی سی ہے مجھے ایک سماوی آدمی مانو پھر یہ سارے جھگڑے اور تمام نزاعیں جو مسلمانوں میں پڑی ہوئی ہیں ایک دم میں طے ہو سکتی ہیں جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر حَکَم بن کر آیا ہے جو معنی قرآن شریف کے وہ کرے گا وہی صحیح ہوں گے اور جس حدیث کو وہ صحیح قرار دے گا وہی صحیح حدیث ہوگی میرے پاس آؤ میری سنو تا کہ تمہیں حق نظر آوے۔ جس امام کے تم منتظر ہو میں کہتا ہوں وہ میں ہوں اس کا ثبوت مجھ سے لو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خلفائے راشدین کے مرتبہ ومقام اور بزرگی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مَیں تو یہ جانتا ہوں کہ کوئی شخص مؤمن اور مسلمان نہیں بن سکتا جب تک ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سا رنگ پیدا نہ ہو۔ وہ دنیا سے محبت نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کی ہوئی تھیں۔ پس جماعت احمدیہ کا تو یہ عقیدہ ہے کہ یہ سب ہمارے لئے نمونہ ہیں اور جب یہ عقیدہ ہو تو کیا جماعت احمدیہ ہی ایک ایسی جماعت نہیں رہ جاتی جو مسلمانوں سے تفریق ختم کر کے ان میں وحدت پیدا کرنے والی جماعت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف میں فرماتے ہیں: اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان کا رنگ اس کے ایمان میں نہ ہوتا تو بہت ہی مشکل پڑتی اور گھبرا جاتا لیکن صدیق نبی کا ہم سایہ تھا۔ آپ کے اخلاق کا اثر اس پر پڑا ہوا تھا اور دل نورِ یقین سے بھرا ہوا تھا۔ اس لیے وہ شجاعت اور استقلال دکھایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ ان کی زندگی اسلام کی زندگی تھی۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ ابوبکر صدیقؓ اسلام کیلئے آدمِ ثانی ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ابوبکر کا وجود نہ ہوتا تو اسلام بھی نہ ہوتا۔

پھر حضرت عمرؓ کے اوصاف اور مقام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ ایک جگہ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ کا درجہ جانتے ہو کہ صحابہ میں کس قدر بڑا ہے یہاں تک کہ بعض اوقات ان کی رائے کے موافق قرآن شریف نازل ہو جایا کرتا تھا اور ان کے حق میں یہ حدیث ہے کہ شیطان عمر کے سائے سے بھاگتا ہے۔ دوسری یہ حدیث ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ تیسری یہ حدیث ہے کہ پہلی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں اگر اس امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔ پھر ایک جگہ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کا ذکر کرتے ہوئے مجموعی طور پر آپ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھ پر یہ ظاہر کیا ہے کہ صدیق اور فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم نیکوکار اور مؤمن تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ نے چن لیا اور جو خدائے رحمان کی عنایات سے خاص کئے گئے۔

حضرت علی کے محاسن اور آپ کے مقام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ آپؓ تقویٰ شعار پاک باطن اور ان لوگوں میں سے تھے جو خدائے رحمان کے ہاں سب سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں اور آپ قوم کے برگزیدہ اور زمانے کے سرداروں میں سے تھے۔ آپ مال و دولت عطا کرنے لوگوں کے ہم وغم دور کرنے اور یتیموں اور مسکینوں اور ہمسایوں کی خبر گیری کرنے میں اول درجہ کے مرد تھے۔ آپ نہایت شیریں بیان اور فصیح اللسان بھی تھے۔ آپ کا بیان دلوں کی گہرائی میں اتر جاتا اور اس سے ذہنوں کے زنگ صاف ہو جاتے اور برہان کے نور سے اسکا چہرہ دمک جاتا۔

پھر ان چاروں خلفاء کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم وہ ایسے لوگ ہیں جو خیر الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی خاطر موت کے میدانوں میں ڈٹ گئے اور اللہ کی خاطر انہوں نے اپنے باپوں اور بیٹوں کو چھوڑ دیا اور انہیں تیز دھار تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پس یہ ادراک ہے جو ان چاروں خلفاء کے مقام و مرتبہ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دیا اور یہی وہ مقام ہے جب ہر مسلمان ان بزرگوں کو دے گا تو حقیقی مسلمان کہلائے گا اور آپس کے اختلافات کو ختم کر کے امت واحدہ کا حصہ بنے گا۔

حضور انور نے فرمایا: آجکل ہم محرم کے مہینہ سے گزر رہے ہیں کل یا پرسوں دس محرم بھی ہے جس میں حضرت حسین کی شہادت کے حوالے سے شیعہ اپنے جذبات کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک ظالمانہ فعل تھا جس طرح حضرت حسین کو شہید کیا گیا۔ جب ان جذبات کا اظہار شیعہ حضرات کرتے ہیں تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے یا آپ کی جماعت نے خاندان نبوت کے مقام کو نہیں پہچانا۔ اس غلط فہمی کو جماعت احمدیہ ہمیشہ دُور کرنے کی کوشش بھی کرتی رہی ہے۔ اس وقت میں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات اور فرمودات کے حوالے سے بیان کروں گا کہ آپ کی نظر میں خاندان نبوت کا کیا مقام تھا اور اس بارے میں آپ نے جماعت کو کیا نصیحت فرمائی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب ''سر الخلافہ'' میں حضرت علیؓ کے بارے میں فرماتے ہیں: میں نے عالم بیداری میں انہیں دیکھا۔ مَیں نے آپ کو خَلق میں متناسب اور خُلق میں پختہ اور متواضع منکسر المزاج تاباں اور منور پایا اور میں یہ حلفاً کہتا ہوں کہ آپ مجھ سے بڑی محبت والفت سے ملے اور میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ آپ مجھے اور میرے عقیدے کو جانتے ہیں اور میں اپنے مسلک اور مشرب میں شیعوں سے جو اختلاف رکھتا ہوں وہ اسے بھی جانتے ہیں لیکن آپ نے کسی بھی قسم کی ناپسندیدگی یا ناگواری کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی مجھ سے پہلو تہی کی بلکہ وہ مجھے ملے اور مخلص محبین کی طرح مجھ سے محبت کی اور انہوں نے سچے صاف دل رکھنے والے لوگوں کی طرح محبت کا اظہار فرمایا اور آپ کے ساتھ حسن اور حسین دونوں اور سید الرسل خاتم النبیین بھی تھے اور ان کے ساتھ ایک نہایت خوبرو صالحہ جلیلۃ القدر بابرکت پاکباز لائق تعظیم باوقار ظاہر و باہر نور مجسم جوان خاتون بھی تھیں جنہیں میں نے غم سے بھرا ہوا پایا لیکن وہ اسے چھپائے ہوئے تھیں اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ آپ حضرت فاطمۃ الزہرا ہیں آپ میرے پاس تشریف لائیں اور میں لیٹا ہوا تھا پس آپ بیٹھ گئیں اور آپ نے میرا سر اپنی ران پر رکھ دیا اور شفقت کا اظہار فرمایا اور میں نے دیکھا کہ وہ میرے کسی غم کی وجہ سے غمزدہ اور رنجیدہ ہیں اور بچوں کی تکلیف کے وقت ماؤں کی طرح شفقت ومحبت اور بے چینی کا اظہار فرما رہی ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ دین کے تعلق میں حضرت فاطمہ کے نزدیک میری حیثیت بمنزلہ بیٹے کے ہے۔ پھر حسن اور حسین دونوں میرے پاس آئے اور بھائیوں کی طرح مجھ سے محبت کا اظہار کرنے لگے اور ہمدردوں کی طرح مجھے ملے اور یہ کشف بیداری کے کشفوں میں سے تھا اس پر کئی سال گزر چکے ہیں۔ مَیں حضرت علی اور آپ کے دونوں بیٹوں سے محبت کرتا ہوں اور جو ان سے عداوت رکھے اس سے میں عداوت رکھتا ہوں۔

حضور انور نے فرمایا: پس کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم نعوذ باللہ خاندان نبوت سے محبت نہیں کرتے یا اس کا ادراک نہیں رکھتے۔

آپؑ حضرت حسینؓ کے بارے میں فرماتے ہیں: حسین رضی اللہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتدا کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا: جس محبت کا ادراک مسیح موعودؑ کو تھا وہ کسی اور کو نہیں ہو سکتا لیکن جہاں شیعہ غلو کی حد تک گئے ہیں وہاں ان کو حقیقت بھی آپ نے بتائی ہے اور جہاں سنی غلط ہوئے وہاں انہیں بھی بتایا کہ اصلاح کرو اور یہی حَکَم اور عدل کا کام ہے اور اسلام کی حقیقی تعلیم کے پھیلانے اور رائج کرنے کے اسی کام کیلئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا تھا لیکن اسکے باوجود یہ فرقے احمدیوں کو ہی برا کہتے ہیں لیکن اسکے باوجود ہم نے صبر و استقامت سے اس کام کو جاری رکھنا ہے جو ہمارے سپرد ہے جس کیلئے ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی ہے کہ حقیقی اسلام کو دنیا میں پھیلائیں اس نمونے کو سامنے رکھیں جو حضرت امام حسین نے ہمیں دکھایا۔

حضور انور نے فرمایا: ہمیں چاہئے کہ آجکل خاص طور پر اس مہینے میں بھی اور ہمیشہ دعاؤں پر بہت زور دیں درود شریف پڑھنے پر بہت زور دیں اور جتنا اللہ تعالیٰ کے حضور ہم جھکیں گے اتنا ہی جلدی اللہ تعالیٰ ہمیں فتح نصیب کرے گا کامیابی و کامرانی نصیب فرمائے گا۔

......☆......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad